بہار
میلاد شریف
www.nafseislam.com

محافلِ میلاد اور ان میں صلاۃ وسلام پڑھنے کا دلائل سے ثبوت

بنام

بہارِ میلاد

مصنف

مفتی محمد الیاس رضوی صاحب

حفظہ اللہ

ناشر

دارالاسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دسمبر ۱۹۹۳ء میں مبلغ اسلام حضرت علامہ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی متعنا اللہ بطول حیاتھم وعلمھم(۱) نے راقم کو برائے تعلیم جامعہ صدام حسین بغداد (عراق) بھیجا اور یہ بات اس سے کچھ عرصہ پہلے کی ہے کہ غیر مقلدین حضرات کے ایک خطیب نے ماہ ربیع الاول میں محبت رسول کے تحت چند اعتراضات کے ساتھ ساتھ راقم کے ذکرِ امام مالک علیہ الرحمۃ پر تنقید برائے تنقید کی، جس کا جواب راقم نے چند تقاریر میں دے دیا، اس سلسلے میں عرض اول یہ ہے کہ زیر نظر رسالہ ''بہار میلاد'' کسی مستقل عنوان پر نہیں بلکہ ان چند تقاریر ہی کا مجموعہ ہے جسے ادارہ الفکر شعبہ نشر واشاعت کے اراکین کی فرمائش پر تحریر میں ڈھال کر قارئین حضرات تک پہنچانے کی سعی کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ ادارہ الفکر کے جملہ عہدیداران و اراکین کی اس کاوش کو اپنی بارگاہِ اقدس میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔

(۱) یہ عبارت قائد اہلسنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صاحب کی حیات مبارکہ کی ہے جبکہ آپ ۱۱ دسمبر ۲۰۰۳ء کو وصال فرماگئے۔ رحمۃ اللہ تعالی علیہ و نوّر مرقدہ

عرض ثانی یہ ہے کہ اختصار کے پیش نظر بیاناتِ تقریر سے اکثر حصہ حذف کردیا گیا ہے جس کی وجہ سے ہوسکتا ہے کہ قارئین حضرات اس رسالہ میں ربط و تسلسل نہ پائیں بالخصوص محبتِ رسول صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم اور اسباب محبت پر مدارج نبوت از حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ متوفی ۱۰۵۲ھ ”جواہر البحار“ از علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ اور ”سیرت رسول عربی“ از حضرت علامہ نور بخش توکلی متوفی ۱۳۶۷ھ سے کتاب و سنت کی روشنی میں ایک تفصیلی گفتگو حذف کردی گئی ہے اور بعض باتوں کا اضافہ کیا گیا ہے جو بہت مختصر ہے، قارئین حضرات میں سے جو اس باب کا مطالعہ کرنا چاہیں وہ شارح صحیح مسلم شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ غلام رسول سعیدی مدّ ظلہ العالی کی شرح صحیح مسلم جلد اول ص ۴۲۵ سے ص ۴۵۲ تک کا مطالعہ کرلے کہ ان صفحات پر نہایت ہی مبسوط و مفصل، مدلل و محقق اور نادر و نایاب بحث ہے۔

عرض ثالث یہ ہے کہ چونکہ تقاریر میں اکثر مقامات پر جلد و صفحہ کے ساتھ مکمل حوالے نہیں تھے اور بعض جگہ صرف اصل حوالہ تھا لہٰذا

بصورت تحریر راقم نے مکمل حوالے لکھ دیئے اور اصل کے ساتھ اس کتاب کا حوالہ بھی دے دیا جس سے حدیث یا دیگر عبارت نقل کی گئی ہے تاکہ جن اہل علم حضرات کی اصلاً کاوش ہے وہ ظاہر وباہر ہو جائے۔

عرض رابع یہ ہے کہ راقم الحروف، قارئین حضرات سے اس بات پر معذرت خواہ ہے کہ رسالہ ''بہار میلاد'' کی تحریر میں تقریری رنگ غالب ہوگا جس کا سبب ماقبل بیان ہو چکا ہے۔

عرض آخر یہ ہے کہ قارئین حضرات اس بات کا خیال ضرور رکھیں کہ غیر مقلدین کے خطیب کا ذکر لفظ ''مخالفین'' سے کیا گیا ہے تاکہ جواب راقم بجائے انفرادی اجتماعی ردّ کو شامل ہو۔

والسلام

محمد الیاس رضوی اشرفی

۲ جون ۱۹۹۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذي هدانا إلى الصراط المستقيم والصلاة والسلام على من اختص بالخلق العظيم وعلى آله وصحبه الذين قاموا بنصرة الدين القويم أما بعد:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾ [التوبه : ٢٤].

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ اگر تمہارے ماں باپ اولاد بھائی بیویاں دیگر رشتہ دار، کمایا ہوا مال، وہ تجارت جس میں نقصان سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے پسندیدہ مکان تم کو اللہ اور اس کے رسول اور

اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کرو اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

امام بخاری اپنی سند سے روایت کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ».

"صحيح البخاري"، كتاب الإيمان، باب حبّ الرسول صلى الله عليه وسلم من الإيمان، رقم الحديث: (١٤)، ص٦. [مطبوعة دار السلام الرياض]

ترجمۂ حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسے اس کے باپ اور اس کی اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں"۔

امام مسلم اپنی سند سے روایت کرتے ہیں:

حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ - وَفِي حَدِيثِ عَبْدِالْوَارِثِ الرَّجُلُ - حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ».

"صحیح مسلم"، كتاب الإيمان، باب وجوب محبة رسول الله صلّى الله عليه وسلّم ..إلخ، رقم الحديث: [١٦٨]٦٩(٤٤)، صـ٤١ [مطبوعة دار السلام الرياض].

ترجمۂ حدیث: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "کوئی بندہ (دوسری سند میں ہے) کوئی مرد مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اس کے اہل (گھر والوں) سے اور اس کے مال اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں"۔

امام طبرانی و بیہقی اپنی سند سے روایت کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو السكونِيُّ، عَنِ ابنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ أَبِي لَيْلَى قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ نَفْسِهِ وَيَكُونُ عِتْرَتِي أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ عِتْرَتِهِ وَ(تكون) ذَاتِي أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ ذَاتِهِ وَيَكُونُ أَهْلِي أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِهِ».

أخرجه الطبراني في الكبير برقم: (٦٤١٦) جـ٧، صـ٧٥ [دار إحياء التراث العربي بيروت] والبيهقي في شعب الإيمان برقم: (١٥٠٥)، جـ٢، صـ١٥٥ [دار الفكر بيروت] واللفظ للبيهقي، كذا في كنز العمال، كتاب الإيمان، الفصل الثاني في فضل الإيمان والإسلام جـ١، صـ٣٦ [مطبوعة دار الكتب العلمية بيروت].

ترجمۂ حدیث: نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسے خود اس کی ذات سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں اور میرا کنبہ اسے اپنے کنبے سے زیادہ محبوب نہ ہو اور میری اولاد اسے اپنی اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو اور میری نسل اسے اپنی نسل سے زیادہ محبوب نہ ہو“۔

امام جلال الدین سیوطی روایت کرتے ہیں:

عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَدِّبُوا أَوْلَادَكُمْ عَلَى ثَلَاثِ خِصَالٍ: حُبِّ نَبِيِّكُمْ، حُبِّ أَهْلِ بَيْتِهِ، وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ)).

"الجامع الصغير" للسيوطي، حرف الهمزة، رقم الحديث: (۳۱۱)، ص۲۵ [دار الكتب العلمية بيروت].

ترجمۂ حدیث: رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اپنی اولاد کو تین خصلتوں کی تعلیم دو:

(۱)......اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت،

(۲)......ان کی اہل بیت کی محبت،

(۳)......اور قرآن کی تلاوت"۔

برادران اسلام! حضرت علامہ امام نووی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وبالجملة أصل المحبة الميل إلى ما يوافق المحب، ثم الميل قد يكون لما يستلذه الإنسان، ويستحسنه كحسن الصورة والصوت والطعام ونحوها وقد يستلذه بعقله

للمعاني الباطنة كمحبة الصالحين والعلماء وأهل الفضل مطلقا، وقد يكون لإحسانه إليه، ودفعه المضارّ والمكاره عنه. وهذه المعاني كلّها موجودة في النبي صلّى الله عليه وسلّم لما جمع من جمال الظاهر والباطن، وكمال خلال الجلال، وأنواع الفضائل، وإحسانه إلى جميع المسلمين بهدايته إياهم إلى الصراط المستقيم، ودوام النعم، والإبعاد من الجحيم.

"صحيح مسلم بشرح النووي"، الجزء الثاني، جـ١، صـ١٤، كتاب الإيمان، باب وجوب محبة رسول الله صلّى الله عليه وسلّم...إلخ [طبعة دار إحياء التراث العربي بيروت].

ترجمہ: انسان اس چیز سے محبت کرتا ہے جس سے اس کے حواس کو لذت حاصل ہوتی ہے مثلاً حسین وجمیل صورتیں، اچھی آوازیں، مزے دار کھانے اور ان چیزوں سے بھی محبت کرتا ہے جن سے اس کی عقل کو لذت حاصل ہوتی ہو مثلاً علم وحکمت کی باتیں، تقوی وطہارت، علماء اور متقی لوگ اور کبھی وہ اس شخص سے محبت کرتا ہے جو

اس کے ساتھ حسن سلوک کرے اور اس سے شر اور ضرر کو دور کرے محبت کے یہ تمام اسباب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں موجود ہیں حواس کی محبت کا سبب آپ کا سب سے زیادہ حسن و جمال ہے، عقل کی محبت کا سبب آپ کا سب سے زیادہ علم اور آپ کا سب سے زیادہ زہد وتقوی ہے اور اگر حسن سلوک اور دفع شر کی وجہ سے محبت ہو تو آپ محسن انسانیت ہیں، آپ نے صراط مستقیم اور دوامِ نعیم کی ہدایت دی ہے اور جہنم کے عذاب سے بچایا ہے۔

ترجمه ماخوذ از "شرح صحيح مسلم"(اردو)، للعلامة غلام رسول السعيدي، جـ١، صـ٤٢٥ [مطبوعة فريد بك اسٹال لاهور]

پھر علامہ غلام رسول سعیدی فرماتے ہیں:

ان تمام محاسن اور فضائل کا مبدأ اللہ عزوجل کی ذات ہے اس لیے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت ہونی چاہیے۔

"شرح صحيح مسلم"، للعلامة غلام رسول السعيدي، جـ١، صـ٤٢٥.

مزید فرماتے ہیں:

ایک سوال یہ ہے کہ محبت ایک غیر اختیاری چیز ہے اور غیر اختیاری چیز کا انسان مکلّف نہیں ہوتا تو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کا مکلّف کرنا کس طرح صحیح ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ محبت کی دو قسمیں ہیں، ایک ''محبت طبعی'' اور دوسری ''محبت عقلی'' محبت طبعی غیر اختیاری ہوتی ہے جیسے ماں باپ، اولاد اور مال و دولت کی محبت اور ''محبت عقلی'' اختیاری ہوتی ہے محبت عقلی سے مراد یہ ہے کہ عقل محبوب چیز کو دوسری چیزوں پر ترجیح دے اور یہ انسان کے اختیار میں ہے اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اسی قسم کی محبت کرنا فرض ہے یعنی ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنی ذات، اپنے ماں باپ، دیگر اقرباء اور مال و دولت کو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم پر قربان کردے جیسا کہ جنگ بدر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بیٹے اور حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ کے خلاف تلوار کھینچ کر نکل آئے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے اپنے ماموں کو قتل کردیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاطر صحابہ کرام اپنے وطن، اقرباء، مکانوں اور مال و دولت کو چھوڑ کر بے سروسامانی

کی حالت میں ہجرت کر کے مدینہ منورہ آگئے، غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سارا مال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں میں لا کر رکھ دیا اور جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾ [نساء: ٦٦] اور اگر ہم ان پر یہ فرض کر دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کرو تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فوراً کہا: حضور اگر حکم دیں تو میں ابھی اپنی گردن کاٹ دوں، بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ ایمان کامل کے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت فرض ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت مطلقاً فرض ہے جس شخص میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت مطلقاً نہ ہو وہ مطلقاً مومن نہ ہوگا اور جس شخص میں کمال محبت نہ ہو وہ مومن کامل نہیں ہوگا۔

"شرح صحیح مسلم (اردو)" للعلامة السعیدي، جـ١، صـ٤٢٦.

حقیقت میں کسی ایسی چیز کی جانب دل کے میلان کا نام محبت ہے جو اس کے موافق ہو یا اس کے ظاہری حواس کے ذریعے لذت اور ذوق حاصل کرنے کے لیے مرغوب ہو جس کی مختلف وجوہ اور

اسباب ماقبل بھی بیان ہو چکے ہیں وہ سب اسباب سید السادات منبع البرکات علیہ افضل الصلاۃ واکمل التسلیمات میں ثابت وموجود ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان تمام معنی کے جامع ہیں جو موجب محبت ہیں، رہا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امت پر انعام واحسان فرمانا تو لطف وکرم، رحمت وشفقت، تعلیم کتاب وحکمت، صراط مستقیم کی ہدایت اور نارِ جحیم سے رست گاری میں سے ہر ایک انعام واحسان قدر ومنزلت میں کتنا اعظم واجل ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے جتنے احسانات واکرامات امتِ مسلمہ پر ہوئے ہیں، کون ہے وہ جو اس افضال واکرام میں از روئے منفعت وافادات اعم واشمل ہے اور اس صاحبِ فضل عمیم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی جانب سے کتنا بڑا انعام واحسان جملہ مسلمانوں پر ہے کہ ہدایت کی طرف آپ ان کے وسیلہ وذریعہ ہیں اور ان کی فلاح وکرامت کے داعی ہیں اور پروردگار عالم عزوجل کے حضور ان کے شفیع وگواہ ہیں اور موجب بقائے دائم اور نعیم سرمد یوم قرار ہیں، پس شمس وامس کی طرح اظہر واز ہر ہوا کہ نبی مکرم، نور مجسم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقۃً بھی مستوجبِ محبت ہیں اور شرعاً وفطرۃً بھی۔

تخلیص از "مدارج النبوۃ"، مترجم، ج۔۱، ص۔۵۱۰ [مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کراچی]۔

برادرانِ اسلام!

کتاب وسنت کی روشنی میں تحریراتِ علماءِ اسلام سے محبت کا معنیٰ ومفہوم، اقسام واسباب اور اس کی شرعی حیثیت پر گفتگو کرنے کے بعد اب ہم مخالفین کے اعتراضات پر کلام کرتے ہیں، سماعت فرمایئے:

مخالفین کا یہ کہنا ہے کہ ایک شخص نعت پڑھتا ہے اور محبت رسول کا دعویٰ کرتا ہے اگر آپ اسکرین پر اس کی صورت دیکھیں تو وہ کلین شیو ہوتا ہے۔

پھر مخالفین نے اپنے زعمِ فاسد میں ایک نعت شریف پڑھنے والے مسلمان سے مطلقاً محبت کی نفی کردی، اس کے بعد مخالفین نے ایک تصوراتی خاکہ مقلدین برادری کے سامنے بیان کرتے ہوئے یوں ہرزہ سرائی کی کہ غور کریں اگر کوئی غیر مسلم باہر ملک سے آکر

ایسے ڈاڑھی منڈے نعت خواں کو دیکھے گا تو وہ اپنے دل میں کیا سوچے گا؟

الجواب:

اولاً...... ہم اسکرین دکھانے والوں سے یہ نہیں پوچھیں گے کہ وہ غیر مسلم برطانیہ سے آئے گا یا امریکہ سے، کینیڈا سے آئے گا یا انڈیا سے البتہ یہ ضرور کہیں گے کہ باہر سے غیر مسلم کو بلانے کی آخر کیا ضرورت تھی کیا پاکستان میں غیر مسلم آباد نہیں ہیں؟ ہمیں اس بات پر بڑا تعجب ہوا کہ مخالفین کو پاکستان میں رہنے والے مسلمان وہ تو مشرک نظر آتے ہیں مگر اس میں رہنے والے غیر مسلم نظر نہیں آتے؟

ثانیاً...... یہ بات تو صحیح ہے کہ ڈاڑھی منڈانا مکروہ اور گناہ ہے مگر ایسے شخص سے جو مسلمان ہوتے ہوئے ڈاڑھی منڈاتا ہے، محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مطلقاً نفی کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ہے، اس کی دلیل صحیح بخاری کی یہ حدیث ہے:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ رَجُلًا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اسْمُهُ عَبْدَ اللّٰهِ وَكَانَ يُلَقَّبُ حِمَارًا وَكَانَ يُضْحِكُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَلَدَهُ فِي الشَّرَابِ فَأُتِيَ بِهِ يَوْمًا فَأَمَرَ بِهِ فَجُلِدَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ اللّٰهُمَّ الْعَنْهُ مَا أَكْثَرَ مَا يُؤْتَى بِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:[«لَا تَلْعَنُوهُ، فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتَ أَنَّهُ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ»].(وفي روايةٍ) «لاتَلْعَنُوهُ، فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ، أَنَّهُ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ».(فيها "ما" زائدة أي عَلِمْتُ، أَنَّهُ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ).

"صحيح بخاري"، كتاب الحدود، باب ما يكره من لعن شارب الخمر وأنه ليس بخارج من الملة، رقم الحديث: (٨٦٦)، ص١١٦٩ [طبعة دار السلام الرياض].

ترجمۂ حدیث: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں عبداللہ نام کا ایک شخص تھا، اس کو حمار کا لقب دیا گیا تھا وہ رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو شراب نوشی پر کوڑے لگائے تھے اس کو ایک دن پھر لایا گیا اور آپ نے اس کو کوڑے مارے جانے کا حکم دیا، لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: اے اللہ! اس پر لعنت کر، یہ کس قدر اس جرم میں لایا جاتا ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لَا تَلْعَنُوهُ، فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتَ أَنَّهُ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ)). یعنی اس کو لعنت مت کرو، اللہ کی قسم! تم کو نہیں معلوم، یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

شرح صحیح مسلم میں ہے:

خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کامل اطاعت اور اتباع کرتا ہے اس کو آپ سے کامل محبت ہے اور جس کی اطاعت اور اتباع میں کمی ہے اس کی محبت میں کمی ہے لیکن وہ محبت سے خالی نہیں ہے۔

"شرح صحيح مسلم" (اردو)، للعلامة السعيدي، جـ١، صـ٤٣.

برادران اسلام!

غور کیجئے اس حدیث بخاری میں ایک شراب پینے والے پر لعنت شخص کرنے کی ممانعت اور ساتھ ہی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کا اثبات بھی ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ شراب نوشی کی جائے کیونکہ شراب کا پینا حرام ہے البتہ مخالفین کے لیے یہ بات ضرور قابل غور ہے کہ شراب پینے پر بھی محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نفی نہیں کی گئی، حیرت ہے ان پر جو داڑھی منڈانے والے سے مطلقاً محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نفی کریں اور اہلحدیث ہونے کا دعویٰ بھی کریں۔

ہاں! محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مطلقاً نفی کرنے کے بجائے یہ کہا جاتا کہ علاماتِ محبت سے ایک علامت یہ ہے کہ جس سے محبت ہو اس کی اطاعت واتباع کی جائے لہذا داڑھی بھی رکھو اور نعت شریف بھی پڑھو تو دوسری بات ہوتی۔

ثالثاً..... مخالفین کو چاہیئے تھا کہ خرابی کا ردّ کرتے نہ کہ نعت خوانی کا' ظاہر ہے کہ ناک پر مکھی بیٹھ جائے تو اسے اڑایا جاتا ہے نہ یہ کہ ناک کو ہی سرے سے اُڑا دیا جائے پس اگر اشعار اچھے مضامین پر

مشتمل ہوں تو ان کا لکھنا پڑھنا درست ہے لہذا ہر دو فعل کی تردید کرنے کے بجائے اگر لکھنے پڑھنے والے کی ذات میں کوئی عملی یا اعتقادی برائی ہو تو اس کی اصلاح کی کوشش کی جائے۔

رابعاً...... ہم مخالفین کی بسلسلہ نعتیہ اشعار بطور اختصار کتاب وسنت کی روشنی میں راہنمائی کرتے ہیں کاش! آپ تنقید برائے تنقید چھوڑ کر اپنی اصلاح کی طرف توجہ دیں:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾

[الحشر : ۷]

ترجمہ: اور رسول جو تمھیں دیں تو وہ لے لو اور جس چیز سے تمہیں روکیں تو اس سے رک جاؤ۔

بسلسلہ اشعار جواز اور عدم جواز کی پہچان کا اصول معلم کائنات، فخر موجودات، نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے فرمان ذیشان میں امت مسلمہ کو مرحمت فرمایا چنانچہ امام شافعی، امام دار قطنی اور امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدٍ الْقَاسِمِ بْنِ إِسْمَاعِيل، حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ هَاشِمِ السمسار: حَدَّثَنَا عَبْدُالعَظِيمِ بْنُ حَبِيبِ بْنِ رَغْبَان، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ذُكِرَ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشِّعْرُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((هُوَ كَلَامٌ فَحَسَنُهُ حَسَنٌ، وَقَبِيحُهُ قَبِيحٌ)).

أخرجه الدارقطني في السنن، كتاب الوكالة، باب خبر الواحد يوجب العمل، برقم: (٤٢٦١)، صـ١٨٣ [طبعة نشر السنة ملتان]، والبيهقي في "السنن الكبرى"، جـ١، صـ٢٣٩ [مطبوعة إدارة تاليفات أشرفية ملتان] وروى الإمام الشافعي عن عروة مرسلاً كما في "مشكاة المصابيح"، كتاب الآداب، باب البيان والشعر، رقم الحديث: (٤٨٠٦)، جـ٣، صـ٣٧ [مطبوعة دار الفكر بيروت].

ترجمۂ حدیث: ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس شعر کا ذکر کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ((هُوَ كَلَامٌ فَحَسَنُهُ حَسَنٌ، وَقَبِيحُهُ قَبِيحٌ)) یعنی وہ ایک کلام ہے اچھا شعر اچھا

ہے اور بُرا شعر برا ہے۔

داعی الی الاسلام، سید الانام محمد رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے اس جامع کلام میں شعری معائب ومحاسن کی تعیین وتشخیص کے لیے ایک کامل میزان اوراعلی کسوٹی کی طرف راہنمائی فرمائی ہے جس میں تول کر اور پرکھ کر اشعار مذمومہ ومحمودہ اور ممنوعہ وماذونہ کو بخوبی پہچانا جاسکتا ہے گویا یہ شعری حسن وقبح کے مابین مابہ الامتیاز ہے یعنی اشعار کی اچھائی یا برائی ان کے مضامین پر موقوف ہے اور ظاہر ہے کہ وہ اشعار جو نبی کریم رؤف رحیم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے مدحت سرائی پر مشتمل ہوں ان کے حسن پر اہل ایمان میں سے کس کو شبہ ہوسکتا ہے کیونکہ یہ امر مسلم ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات وخصوصیات آپ کے مناقب ومحاسن، فضائل وشمائل وخصائل اور رسالت وسیادت وغیرہا کے حوالہ سے جذبۂ عشق ومحبت میں ڈوب کر مدحت سرائی کرنا باعث اجر وثواب اور دنیا وآخرت کی سعادت ہے بلکہ آپ کے بدخواہوں کی بصورتِ اشعار تردید کرنا بھی موجب اجر عظیم ہے جو دربارِ رسالت مآب کے شاعر صادق حضرت حسان

بن ثابت رضی اللہ عنہ کے کلام سے اظہر من الشّمس ہے:

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا فَأَجَبْتُ عَنْهُ

وَعِنْدَ اللّٰهِ فِي ذَاكَ الْجَزَاءُ

"صحيح مسلم"، كتاب فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن ثابت، رقم الحديث: [٦٣٩٥] ١٥٧ - (٢٤٩٠)، صـ١٠٩٥ [مطبوعة دار السلام الرياض].

ترجمہ: (اے بدخواہ وگستاخ) تو نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مذمت کی تو میں ان کی طرف سے جواب دیتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس میں بڑی جزاء اور اجر عظیم ہے۔

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے اپنے نعتیہ کلام میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس طریق حسن کو اختیار کیا ہے ان کی نعتیہ شاعری کی صفات امتیاز یہ سے ایک امتیازی صفت یہ ہے کہ نعت گوئی میں وہ جس احتیاط وادب شناسی کی منزل سے گزرے ہیں وہ لاجواب ہے اور یہ اس وجہ سے

ہے کہ انہوں نے قرآن حکیم سے نعت گوئی سیکھی اور حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے آشنائے منزل کو خضر راہ بنایا ہے۔

قرآن سے مَیں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ
رہبر کی رہ نعت میں گر حاجت ہو
نقش قدم حضرت حسان بس ہے

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر کردہ شعر سے بخوبی معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بدخواہوں اور گستاخوں کا بصورت اشعار ردّ کرنا بھی باعث اجر وثواب ہے نیز اس پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا راضی ہونا بھی اسی حدیث مسلم سے ثابت ہے۔

الغرض سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ عشق ومحبت کا جذبہ صادقہ ایک مؤمن کے لیے سرمایۂ حیات ہے جس کے اظہار کا ایک طریقہ حسنہ بصورت نعت ابتدائے اسلام سے امت مسلمہ میں جاری وساری ہے یہی وجہ ہے کہ نعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم اسلامی شاعری کے مقدمات میں شامل ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اشعار سنانا خواہ وہ نعت شریف کے ہوں یا کسی دوسرے عنوان کے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان کو سننا ہر دو عمل کا ثبوت حدیث شریف سے ملتا ہے چنانچہ صحیح مسلم میں ہے:

حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَدِفْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ هَلْ مَعَكَ مِنْ شِعْرِ أُمَيَّةَ بْنِ أَبِي الصَّلْتِ شَيْءٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ هِيهْ فَأَنْشَدْتُهُ بَيْتًا فَقَالَ: هِيهْ ثُمَّ أَنْشَدْتُهُ بَيْتًا فَقَالَ: هِيهْ حَتَّى أَنْشَدْتُهُ مِائَةَ بَيْتٍ

"صحيح مسلم"، كتاب الشعر، باب: في إنشاد الأشعار وبيان أشعر الكلمة وذم الشعر، رقم الحديث: [٥٨٨٥] ١- (٢٢٥٥)، ص ١٠٠٠ [طبعة دار السلام الرياض].

ترجمۂ حدیث: حضرت عَمْرو اپنے والد سے روایت کرتے

ہیں کہ ایک دن مَیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے ایک سواری پر سوار ہوا تو آپ نے فرمایا: کیا تم کو امیہ بن ابی صلت کے اشعار میں سے کچھ شعر یاد ہیں؟ مَیں نے کہا: جی ہاں، آپ نے فرمایا : سناؤ! مَیں نے ایک شعر سنایا، آپ نے فرمایا: اور سناؤ، مَیں نے ایک اور شعر سنایا، آپ نے فرمایا: اور سناؤ، یہاں تک کہ مَیں نے سو اشعار سنائے۔

حضرت علامہ امام نووی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ففيه جواز إنشاد الشعر الذي لا فحش فيه، وسماعه، سواء شعر الجاهلية وغيرهم.

"صحيح مسلم بشرح النووي"، الجزء الخامس عشر، صـ۱۲ [دار إحياء التراث، بيروت].

مذکورہ بالا عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو اشعار خلاف شرع نہ ہوں تو ان کا لکھنا، پڑھنا اور سننا جائز ہے خواہ وہ زمانہ جاہلیت کے اشعار ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ امیہ بن ابی صلت کے اشعار زمانہ

جاہلیت کے تھے۔

آخر میں حضرت علامہ امام نووی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

وقال العلماء كافة: هو مباح ما لم يكن فيه فحش ونحوه. قالوا: وهو كلام، حسنه حسن، وقبيحه قبيح. وهذا هو الصواب؛ فقد سمع النبي صلى الله عليه وسلم الشعر، واستنشده، وأمر به حسان في هجاء المشركين، وأنشده أصحابه بحضرته في الأسفار وغيرها، وأنشده الخلفاء وأئمة الصحابة وفضلاء السلف، ولم ينكره أحد منهم على إطلاقه، وإنما أنكروا المذموم منه، وهو الفحش ونحوه.

"صحيح مسلم بشرح النووي"، الجزء الخامس عشر، ص١٤، [دار إحياء التراث، بيروت].

مذکورہ بالا عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اچھے اشعار کا پڑھنا اچھا ہے اور برے اشعار کا پڑھنا برا ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سفر اور غیر سفر میں صحابہ کرام کے سامنے اشعار سننے کی فرمائش کی

اور مشرکین کی مذمت میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اشعار پڑھنے کا حکم دیا اور خلفائے راشدین، اعاظم صحابہ، ائمہ اور سلف صالحین میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ مطلقاً شعر پڑھنا مذموم ہے بلکہ یہی کہا کہ جن اشعار میں فحش مضمون یا ملحدانہ خیالات کا اظہار ہو تو وہ مذموم ہیں۔

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت سے آپ کی شان میں چند اشعار سنائے جن میں سے ایک شعر یہ ہے:

فأشهد أنّ الله لا ربّ غيره

وأنك مأمون على كلّ غائب

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے ہر غیب پر امین ہیں۔

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں:

فَضَحِكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ

نُوَاجِذُهُ، وَقَالَ لِي: «أَفْلَحْتَ يَا سَوَادُ».

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ اشعار سن کر مجھ سے بہت خوش ہوئے، آپ کے چہرۂ اقدس سے خوشی کے آثار ظاہر ہو رہے تھے اور آپ نے فرمایا: «أَفْلَحْتَ يَا سَوَادُ». ”اے سواد تم کامیاب ہو گئے“۔

اس حدیث کو بکثرت علماء اسلام نے اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے، اسماء علماء و کتب کے حوالہ جات شرح صحیح مسلم جلد پنجم، ص ۱۱۷ سے ملاحظہ فرمائیں:

(١) رواه الإمام أبو نعيم في ”دلائل النبوة“، جـ١، صـ١١٤ [مطبوعة دار النفائس].

(٢) والإمام البيهقي في ”دلائل النبوة“، جماع أبواب المبعث، حديث سواد بن قارب، جـ٢، صـ٢٥١ [دار الكتب العلمية بيروت].

(٣) وابن عبد البر في ”استيعاب على هامش الإصابة“، جـ٢، صـ١٢٤ [مطبوعة دار الفكر بيروت].

(٤) ومحمد بن جرير الطبري في ”جامع البيان“، جـ٥، صـ٢٧٥ [مطبوعة مصطفى البابي مصر].

(٥) والسهيلي في ”الروض الأنف“ جـ١، صـ١٤٠ [مطبوعة مكتبه فاروقيه ملتان].

(٦) والجوزي في ”الوفاء بأحوال المصطفى“، جـ١، صـ١٥٢ [مكتبه نوريه رضويه لائل بور].

(٧) وابن كثير في "السيرة النبوية"، جـ١، صـ٢٤٦ [مطبوعة دار إحياء التراث العربي بيروت].

(٨) والعيني في "عمدة القارئ"، جـ ١٧، صـ ٨ [إدراة الطباعة المنيرية مصر].

(٩) والسيوطي في "الخصائص الكبرى"، جـ١، صـ١٠٢ [مطبوعة نوريه رضويه لائل پور].

(١٠) وبرهان الدين الحلبي في "إنسان العيون"،جـ١، صـ٢٢٤ [مطبوعة مصطفى البابي مصر].

(١١) والشيخ عبدالله بن محمّد بن عبدالوهاب في "مختصر سيرة الرسول" جـ٥، صـ٢٧٥ [مطبوعة سلفيه لاهور].

مخالفین کو چاہیے کہ لوگوں کو حقیقت حال سے آگاہ کریں، افتراق وانتشار اور مخالفت ومنافرت کی فضاء قائم نہ کریں۔

خامساً......باقی رہی مخالفین کی یہ بات کہ ایک ڈاڑھی منڈے نعت خواں کو دیکھ کر باہر ملک سے آنے والا کیا سوچے گا؟

غیر مسلم کی سوچ کی فکر تو مخالفین کریں البتہ ہم یہ کہتے ہیں کہ کوئی شخص بوقت نماز کسی مسجد اہلحدیث میں داخل ہو اور صفوں کے داڑھی منڈے غیر مقلدین حضرات کو بھی کھڑے ہوئے دیکھے تو وہ کیا سوچے گا؟! اس کا جواب مخالفین کے ذمہ ہے مگر نعت خواں والا بیان

پیشِ نظر رہے۔

یونہی ملک پاکستان میں ظاہراً عملی اعتبار سے کچھ مسلمان کامل ہیں تو کچھ اکمل اور کچھ مسلمان ناقص ہیں تو کچھ انقص، حقیقتِ حال اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔

اب مخالفین بتائیں کہ کوئی غیر مسلم خواہ خارجی ہو یا داخلی، ناقص وانقص مسلمین کو دیکھ کر کیا سوچے گا؟ کیا اس مقام پر بھی مخالفین اسلام کا ردّ کریں گے جس طرح انہوں نے محفل نعت کا ردّ کیا ہے یا یہ کہیں گے کہ اسلام تو مذمت سے بری ہے، البتہ خلاف شرع کام کرنے والے مسلمان اپنے افعال پر موردِ الزام ہیں اگر یہی دوسری بات کہیں گے تو چاہیے کہ پھر محفل نعت کے متعلق بھی یہی کہیں کہ شرع کے مطابق نعت خوانی تو احادیث سے ثابت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سننا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا پڑھنا بھی ثابت ہے البتہ اگر اس میں کوئی خلافِ شرع بات داخل کردی جائے تو وہ ضرور قابل مذمت ہے۔

ہم بھی یہی کہتے ہیں، مخالفین بھی اسی روش کو اختیار کریں کہ یہ

کتاب وسنت کے مطابق ہے اور یہی ہماری تبلیغ ہے البتہ ماننا یا نہ ماننا مخالفین کی مرضی پر موقوف ہے۔

مخالفین کا یہ کہنا کہ محبت کا وہی طریقہ جائز اور درست ہوگا جو کتاب وسنت سے ثابت ہوگا۔

الجواب:

بلاشبہ ہم بھی اس بات کے قائل ہیں کہ اظہار محبت کے وہ طریقے جو کتاب وسنت سے ثابت ہیں ان پر عمل کرنا دنیا وآخرت کی کامیابی ہے مگر مخالفین کا اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ جو طریقہ محبت کتاب وسنت سے ثابت نہ ہو تو وہ غیر معتبر ہے اور نا قابل عمل ہے، ہم مخالفین کے نتیجہ سے حاصل شدہ اس دعوی ہی کو غیر معتبر اور نا قابل التفات سمجھتے ہیں اس لئے کہ یہ بلا دلیل اور اختراعی ہے اگر ان کے پاس اس پر دلیل صحیح ہے تو بتائیں ورنہ اپنا دعویٰ اپنے پاس ہی رکھیں کیونکہ ہم ایسا من گھڑت دعویٰ سننے کے روادار نہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾

[الحشر : ۷]

ترجمہ: اور جو رسول تمہیں دیں تو وہ لے لو اور جس چیز سے روکیں تو اس سے رک جاؤ۔

معلوم ہوا کہ جس کام کا نہ حکم دیا نہ منع کیا وہ نہ واجب ہے نہ گناہ پس جاننا چاہئے کہ جو طریقِ محبت، کتاب وسنت سے ثابت ہے وہ ضرور قابل عمل ہے اور جو کتاب وسنت میں منع ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ کرنا اگر چہ سجدہ کرنے والا کتنی ہی اعلیٰ محبت کا دعویٰ کرے مگر اس کے باوجود یہ طریق محبت مردود و باطل اور ضرور نا قابل عمل ہے باقی رہی تیسری صورت کہ نہ اس کا حکم ہے اور نہ اس سے منع کیا یعنی وہ طریق محبت جس سے کتاب وسنت نے سکوت کیا ہے اس سے متعلق کیا حکم ہے؟

غور سے سنئے: اس تیسری صورت کے متعلق امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲/ھ فتح الباری شرح صحیح البخاری میں لکھتے ہیں اگر وہ ایسی چیز کے تحت ہے جس کی خوبی شرع سے ثابت ہے تو وہ اچھی ہے اور اگر کسی ایسی چیز کے تحت ہے جس کی برائی شرع سے ثابت ہے تو وہ بری ہے اور جو ان دونوں کے تحت نہ ہو تو وہ مباح قسم

سے ہے یعنی اس کا کرنا یا نہ کرنا دونوں برابر ہے۔

مگر مخالفین کے نزدیک یہ قسم غیر معتبر اور سراسر نا قابل عمل ہے اور اس پر عمل کرنا عذاب جہنم کو دعوت دینا ہے۔

خوب یاد رکھیے! محفل میلاد ہو یا نعت خوانی، چراغاں ہو یا جلوس کی شکل میں کسی مقام پر پہنچنا تا کہ علماء کی تقریر سے استفادہ کریں، یہ امور قرون ثلاثہ میں اپنی مروجہ صورت میں بعینہ موجود نہ تھے مگر ان کی اصل ضرور ملتی ہے اور یہ تمام کام محبت رسول اور تعظیم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بنیاد پر کیے جاتے ہیں اور محبت و تعظیم رسول، کتاب وسنت سے اظہر من الشمس ہے پس یہ امور ایسی چیز کے تحت ہیں جس کی خوبی شرع سے ثابت ہے لہذا محض قرون ثلاثہ میں ان کا ثبوت نہ ہونے سے ان کا باطل و مردود ہونا لازم نہیں ہے اگر مخالفین اپنی بات کا بھرم رکھنا چاہتے ہیں تو ان امور کی مذمت، کتاب وسنت سے بتائیں ورنہ شور مچانے کے بجائے اپنی زبانوں کو لگام ڈالیں۔

جب ہم نے امام مالک علیہ الرحمہ کے افعال حسنہ سے اپنے موٴقف کی تائید کی تو مخالفین نے اس پر بے جا لب کشائی کی لہذا اس

سلسلے میں کچھ بیان کرنے سے قبل بطور اختصار امام مالک علیہ الرحمہ کا ذکر خیر کرتے ہیں سماعت فرمائیے۔

امام مالک علیہ الرحمہ ۹۳ھ میں پیدا ہوئے امام ذہبی متوفی ۷۴۸ھ نے تذکرۃ الحفاظ پر اسی کو صحیح ترین قول قرار دیا ہے۔

"تذكرة الحفاظ"، رقم الترجمة: ۱۹۹، ترجمة مالك بن أنس، ۱/۱۰٤، [مطبوعة دار الكتب العلمية بيروت].

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ نے درایۃ الموطا پر لکھا کہ امام مالک کے پردادا حضرت ابو عامر بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابی تھے۔

"تسهيل دراية الموطا" للإمام ولي الله الدهلوي، ص ۷۹، [قديمي كتب خانه كراچي].

اور حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ نے تہذیب التہذیب پر لکھا کہ امام نسائی فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک تبع تابعین کی ایک جماعت میں امام مالک سے زیادہ عظیم کوئی شخص نہیں اور نہ ہی ان سے بڑھ کر کوئی شخص حدیث میں مامون تھا۔

"تهذيب التهذيب"، رقم الترجمة: ٦٦٨٥، مالك بن أنس، جـ۸، صـ۹ [دار الفكر

بيروت].

امام مالک علیہ الرحمہ کا وصال ۱۷۹ھ میں ہوا جیسا کہ "تذکرۃ الحفاظ" پر مرقوم ہے۔

"تذكرة الحفاظ"، رقم الترجمة: ١٩٩، مالك بن أنس، ج١، ص١٥٤.

برادران اسلام!

تاریخ محدثین ہو یا تاریخ فقہاء و مجتہدین ہر ایک میں امام مالک علیہ الرحمۃ کا طویل ذکر خیر ملتا ہے اور عشاقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عنوان سے مرتب کی گئی تاریخ شہادت دیتی ہے کہ تبع تابعین میں امام مالک ان کے سرخیل ہیں چونکہ " امام مالک اور عشق رسول" ایک مستقل عنوان ہے فی الحال اس پر گفتگو کرنا ہمارا مقصود و مطلوب نہیں ہے برکت کے لئے چند باتیں امام مالک علیہ الرحمہ سے متعلق آپ کے گوش گزار کی گئی ہیں تاکہ آپ کو اس شخصیت کے بارے میں کچھ معلومات ہو جائے جن کے افعال سے ہم نے اپنے موقف کی تائید کی تو مخالفین نے صحیح بات تسلیم کرنے کے بجائے محض قیاس آرائیوں سے کام لیا۔

ہوسکتا ہے کہ اس طرح انہوں نے اپنی برادری کو رام کرلیا ہومگر عقل سلیم رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ ایسی قیاس آرائیاں عقل سے عاری اشخاص سے متصور ہوسکتی ہیں اور یہ حقیقت ہے جس کا اندازہ آپ ہمارا جواب سن کرلگالیں گے۔

ہماری ان معروضات کو سننے کے بعد آپ نے اس بات کو ذہن میں بسالیا ہوگا کہ امام مالک علیہ الرحمہ تبع تابعین میں سے ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کی شخصیت قرونِ ثلاثہ (عہد رسالت وصحابہ و تابعین) سے نہیں ہے اور امام مالک کا سیرت نگار خواہ سنی ہو ، دیوبندی ہو یا غیر مقلد نجدی ہر ایک نے آپ کے وہ معمولات جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عشق پر مبنی تھے ضرور قلم بند کیے ہیں مثلاً آپ کا مدینہ میں برہنہ پا چلنا، سواری پر سوار نہ ہونا اور حرمِ مدینہ میں قضائے حاجت نہ کرنا وغیرہا۔

امام مالک علیہ الرحمہ کے ان معمولات سے ہم پر واردشدہ الزام کو باطل کرنے کی وجہ استدلال یہ ہے کہ اگر بقول مخالفین ہر وہ کام جو قرون ثلاثہ (عہد رسالت وصحابہ وتابعین) سے ثابت نہ ہو بدعت

سیئہ، گمراہی اور دخول جہنم کا باعث ہے تو امام مالک علیہ الرحمۃ پر
اعتراض ہوگا کہ ان کے یہ کام بھی قرون ثلاثہ میں ثابت نہ تھے تو کیا
معاذاللہ! مخالفین کے نزدیک امام مالک گمراہ اور جہنمی ہیں اگر مخالفین
اس کا اقرار کریں تو یہ باطل ومردود ہے کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ اہل
اسلام نے امام مالک علیہ الرحمہ کو بالاتفاق حدیث وفقہ کا امام تسلیم کیا
ہے نہ کہ گمراہ اور جہنمی۔

اور اگر مخالفین امام مالک علیہ الرحمہ کے گمراہ اور جہنمی ہونے کا
انکار کریں تو پھر ان افعال پر ہمیں گمراہ اور جہنمی بنانے کی تردید
ہوجائے گی جو بہ ہیئت کذایہ (موجودہ حالت میں) قرون ثلاثہ
ثابت نہ تھے۔

اولاً...... یہ بات مخالفین کے اختراعی قاعدہ کے بطلان سے
متعلق بیان ہوئی ہے

ثانیاً...... ہم پوچھتے ہیں کہ مخالفین کا یہ قاعدہ بیان کرنا کہ وہ ہر
کام جو قرون ثلاثہ (عہدرسالت وصحابہ وتابعین) سے ثابت نہ ہو وہ
بدعت سیئہ، گمراہی اور دخول جہنم کا باعث ہے، کونسی آیتِ قرآن یا

حدیثِ حبیب رحمٰن سے ثابت ہے؟ اگر ثابت نہیں اور ہرگز ثابت نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ مخالفین کا علی الاطلاق ذکر کردہ یہ قاعدہ ہی اختراعی اور من گھڑت ہے۔

ثالثاً...... ہم یہ کہتے ہیں کہ اگرچہ امام مالک علیہ الرحمہ کے ذکر کردہ معمولات قرونِ ثلاثہ میں ثابت نہ بھی ہوں مگر ان کی اصل تو شریعت مطہرہ میں ملتی ہے اور وہ تعظیم و محبت رسول ہے کیونکہ امام مالک علیہ الرحمہ کا ان افعال مذکورہ پر عمل پیرا ہونے کی بنیاد بلاشبہ تعظیم و محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تھی نیز یہ افعال خلاف شرع بھی نہ تھے اور یہ بات أظهر من الشمس وأبين من الأمس ہے کہ تعظیم و محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تاکید و اہمیت، کتاب و سنت میں جابجا آئی ہے لہذا یہ کام اگرچہ بدعت (نئے) ہی کیوں نہ ہوں مگر قابل اعتراض نہیں بلکہ باعث اجر و ثواب ہوں گے کیونکہ ان کی بنیاد و مبنیٰ محبت مصطفیٰ اور تعظیم مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے جو کتاب و سنت سے ظاہر و باہر ہے۔

مخالفین کا یہ کہنا کہ پہلے امام مالک جیسا بننا پڑے گا پھر ان کے

جیسے افعال کرنا اوران کے افعال سے استدلال کرنا درست ہوگا۔

اس بات پر..................

اولاً......ہم یہ کہتے ہیں کہ غالبًا مخالفین یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی امام مالک جیسا بن جائے تو اس کے لیے ان افعال کا کرنا جائز ودرست ہوگا ورنہ نہیں گویا مخالفین نے اس بات کو تسلیم کرلیا کہ امام مالک جیسی ہستی کو ان افعال کا کرنا بھی جائز وروا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور تابعین عظام سے ثابت نہیں تھے حالانکہ یہ نظریہ خود مخالفین کے اپنے قاعدہ کے خلاف ہے۔

ثانیًا......امام مالک علیہ الرحمہ جیسا بننے والے کے لئے یہ افعال جائز اور جو ان جیسا نہ بن سکے اس کے لئے یہ افعال ناجائز اب مخالفین بتائیں کہ یہ قاعدۂ وہابیہ ہے یا کسی آیت یا حدیث سے ثابت شدہ ہے؟ اور جب یہ قاعدہ کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہیں ہے تو واضح ہوا کہ یہ قاعدۂ جدیدہ دراصل قاعدۂ وہابیہ ہے جو اہل اسلام پر حجت نہیں ہوسکتا۔

ثالثًا......مخالفین کے اس قاعدہ جدیدہ کے مطابق امام مالک

علیہ الرحمہ کو بھی غور وفکر کرنا چاہیے تھا کہ جب میرا جیسا نہ ہونے والے کے لئے ان افعال کا کرنا جائز نہیں ہے تو میں بھی ان کو کیوں کروں؟

رابعاً.....امام مالک علیہ الرحمہ کے بعد والوں کو بھی یہ اشکال وارد ہوسکتا ہے کہ جب ہم امام مالک جیسے نہیں تو ہمارے لئے ان افعال کا کرنا بالکل جائز نہیں مگر امام مالک بھی تو صحابہ کرام جیسے مقام ومرتبہ والے نہ تھے تو پھر انہوں نے اس کے باوجود یہ کام آخر کیوں کیے؟

برادران اسلام!

صحیح بات یہ ہے کہ ایسی باتیں محض قیاس آرائی اور خیالی پلاؤ کا پلندا اور امتِ مسلمہ کو افتراق وانتشار میں محصور کرنے کا پھندا ہے۔

مخالفین نے امام مالک علیہ الرحمہ کا ایک قول بیان کرکے یہ باور کرانا چاہا کہ امام مالک علیہ الرحمہ خود اس بات کی مخالفت ومذمت کرتے ہیں کہ کوئی نیا کام ایجاد کیا جائے۔ اس پر ہم کہتے ہیں کہ امام مالک علیہ الرحمہ کے اس قول کا مفہوم اگر وہی ہے جو ائمہ اسلام نے

بیان کیا ہے تو یہ قول نہ ہمیں مضر اور نہ مخالفین کو مفید اور قول امام مالک کا مفہوم اگر وہ ہے جو مخالفین ظاہر کرتے ہیں تو گویا انہوں نے معاذ اللہ! امام مالک کو گمراہ بدعتی کے ساتھ منافق بھی بنا ڈالا کیونکہ یہ بات علاماتِ نفاق سے ہے کہ کہنا کچھ اور کرنا کچھ مخالفین کا اندازِ خطابت اسی بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے (نعوذ باللہ)۔

امام مالک علیہ الرحمہ کے متعلق یہ بات مخالفین کے آزادانہ خیالات میں ہی داخل ہو سکتی ہے تو ہم اس بات کے تصور سے بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

اب ہم امام مالک علیہ الرحمہ کے ضمن میں صحابۂ کرام اور سلف صالحین کے پاکیزہ حالات سے نبی مکرم نورِ مجسّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر' ادب ومحبت اور حصول برکت کے چند مظاہر بیان کرتے ہیں اگرچہ تاریخ اسلام اس باب میں ان کے صدہا واقعات سے درخشاں ہے۔

الحدیث (۱)

وَرَوَى الْبَغَوِيُّ وَابْنُ مَنْدَهْ مِنْ طَرِيقِ عُمَرَ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ الصَّرَمِ: حَدَّثَنِي: جَدِّيْ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: ((أَيُّنَا أَكْبَرُ أَنَا أَوْ أَنْتَ؟))، قَالَ: أَنْتَ أَكْبَرُ وَأَخْيَرُ مِنِّيْ وَأَنَا أَقْدَمُ سِنًّا وَغَيَّرَ اسْمَهُ فَسَمَّاهُ سَعِيدًا وَقَالَ: الصَّرَمُ قَدْ ذَهَبَ.

الإصابة في تمييز الصحابة، ترجمة: سعيد بن يَرْبُوع، رقم الترجمة: (۳۳۰۲)، جـ۳، صـ۹۷ [دار الكتب العلمية بيروت].

ترجمۂ حدیث: حضرت سعید بن یربوع قرشی مخذومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام صرم تھا (اہل انساب کے نزدیک ان کا نام اصرم اور محدثین کرام کے نزدیک صرم معروف ہے رضوی) ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ ہم میں سے کون بڑا ہے، مَیں یا تو؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ مجھ سے بڑے ہیں اور نیک ہیں، مَیں عمر میں آپ سے زیادہ ہوں یہ سن کر آپ نے ان کا نام بدل دیا اور فرمایا کہ تم سعید ہو۔

برادران سلام!

غور فرمایئے کہ وہ صحابی جن کا نام صرم یا اصرم تھا ان کے پاس

اس انداز تکلم کی کیا دلیل تھی؟ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پوچھنے پر انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھ سے بڑے اور نیک ہیں، مَیں عمر میں آپ سے زیادہ ہوں۔

کیا اس انداز گفتگو پر ان کے پاس قرآن سے نص صریح تھی یا حدیث سے نص صریح تھی؟ حقیقت یہ ہے کہ تقاضائے محبت اور تعظیم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اس انداز بیان کی طرف مائل کیا کیونکہ وہ اس بات سے باخبر تھے کہ قرآن اور خود صاحب قرآن نے مطلقاً محبت و تعظیم رسول کا درس دیا ہے لہذا ہر وہ طریق محبت اور ہر وہ طریق تعظیم جو خلاف شرع نہ ہو اس کو بجالانا کتاب وسنت کے تحت اگرچہ بعینہ وہ طریقہ کتاب وسنت سے ثابت نہ ہو یہی پاکیزہ خیال اور صاف ستھری سوچ تھی جس نے ان کو اس انداز تعظیم ومحبت پر ابھارا اور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تائید فرماتے ہوئے ان کا نام بدل کر سعید (خوش بخت) رکھ دیا اور یہ اہل محبت کے لئے ایک بشارت عظمیٰ ہے۔

حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس واقعہ کے ضمن میں دیئے

گئے اس درس کو آئندہ بیان ہونے والے تمام واقعات میں ملحوظ خاطر رکھا جائے بخوف طوالت ہم بقیہ واقعات بغیر درس کے بیان کریں گے، بتوفیق اللہ تعالی وعونہ.

الحديث (٢)

وحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ وَأَحْمَدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ صَخْرٍ وَاللَّفْظُ مِنْهُمَا قَرِيبٌ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ: حَدَّثَنَا ثَابِتٌ فِي رِوَايَةِ حَجَّاجِ بْنِ يَزِيدَ أَبُو زَيْدٍ الْأَحْوَلُ: حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أَفْلَحَ مَوْلَى أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ عَلَيْهِ، فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السُّفْلِ وَأَبُو أَيُّوبَ فِي الْعِلْوِ قَالَ: فَانْتَبَهَ أَبُو أَيُّوبَ لَيْلَةً فَقَالَ نَمْشِي فَوْقَ رَأْسِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَنَحَّوْا فَبَاتُوا فِي جَانِبٍ ثُمَّ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «السُّفْلُ أَرْفَقُ» فَقَالَ لَا أَعْلُو سَقِيفَةً أَنْتَ تَحْتَهَا فَتَحَوَّلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعُلُوِّ وَأَبُو أَيُّوبَ فِي السُّفْلِ فَكَانَ يَصْنَعُ

لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا فَإِذَا جِيءَ بِهِ إِلَيْهِ سَأَلَ عَنْ مَوْضِعِ أَصَابِعِهِ فَيَتَتَبَّعُ مَوْضِعَ أَصَابِعِهِ.

"صحيح مسلم"، كتاب الأشربة، باب إباحة أكل الثوم، رقم الحديث: [٥٣٥٨] ١٧١(٢٠٥٣)، صـ ٩١٦ [دار السلام الرياض].

ترجمۂ حدیث: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے ہاں بطور مہمان ٹھہرے اور نچلی منزل میں رہے اور حضرت ابوایوب اوپر والی منزل میں تھے ایک رات حضرت ابوایوب بیدار ہوئے تو خیال کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر کے اوپر چل رہے ہیں سو وہ آپ کی جانب سے ایک طرف ہٹ گئے اور دوسری جانب سو گئے پھر صبح کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ واقعہ ذکر کیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: نچلی منزل میں زیادہ سہولت ہے، حضرت ابوایوب نے کہا: میں اس چھت کے اوپر نہیں رہ سکتا جس کے نیچے آپ تشریف فرما ہوں تب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اوپر کی منزل میں تشریف لے آئے اور حضرت ابوایوب نچلی منزل میں

آ گئے، حضرت ابوایوب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کھانا تیار کرتے تھے (جب سرکار کا پس خوردہ (بچا ہوا کھانا) ان کے پاس لایا جاتا تو وہ پوچھتے کہ حضور نے کس جانب سے کھایا ہے اور کس جگہ آپ کی انگلیاں لگی تھیں پھر وہ آپ کے لگنے کی جگہ سے کھاتے الخ۔

الحديث (۴)

رَوَى يَحْيَى عَنِ ابْنِ الزِّنَادِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْلِسُ عَلَى الْمَجْلِسِ، وَيَضَعُ رِجْلَيْهِ عَلَى الدَّرَجَةِ الثَّانِيَةِ، فَلَمَّا وَلِيَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَامَ عَلَى الدَّرَجَةِ الثَّانِيَةِ، وَوَضَعَ رِجْلَيْهِ عَلَى الدَّرَجَةِ السُّفْلَى، فَلَمَّا وَلِيَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَامَ عَلَى الدَّرَجَةِ السُّفْلَى، وَوَضَعَ رِجْلَيْهِ عَلَى الْأَرْضِ إِذَا قَعَدَ.

"وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى"، الجزء الثاني، الفصل الرابع في خبر الجذع الذي كان ﷺ يخطب إليه واتخاذه المنبر، صـ ۳۹۸ [مطبوعة دار إحياء التراث بيروت].

ترجمۂ حدیث: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر شریف

کے تین درجے تھے، حضور سب سے اوپر کے درجے پر بیٹھتے اور درمیانی درجہ پر اپنے پاؤں مبارک رکھتے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت میں بپاسِ ادب درمیانی درجہ پر کھڑے ہوتے اور جب بیٹھتے تو پاؤں سب سے نیچے کے درجہ پر رکھتے حضرت عمر فاروق اپنی خلافت میں سب سے نیچے کے درجہ پر کھڑے ہوتے اور جب بیٹھتے تو پاؤں زمین پر رکھتے۔

(٤)

کشف الغمہ میں ہے:

فَلَمَّا جَاءَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ زَادَ دُرَجَ الْمِنْبَرِ وَصَارَ يَقِفُ عَلَى أَوَّلِ الزِّيَادَةِ خَلْفَ ظَهْرِهِ ثَلَاثُ دُرَجٍ فَوْقَهُ أَدَبًا مِنْهُمْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِيْنَ.

ترجمہ: جب حضرت عثمان غنی کا عہد آیا تو انہوں نے منبر شریف کے درجات زیادہ (کر کے چھ) کر دیئے پھر (صدیق اکبر اور فاروق اعظم) کے ادب کے پیش نظر وہ اوپر کے تینوں درجوں کو چھوڑ

کر زیادت کے پہلے درجے پر کھڑے ہوا کرتے تھے، اللہ ان سب سے راضی ہو۔

"کشف الغمة عن جميع الأمة"، كتاب الصلاة، فصل في الاذان والخطبة وغيرهما، الجزء الأوّل، صـ ١٨٧ [مطبوعة دار الفكر بيروت].

(۵)

شفاء شریف میں ہے:

وَرُئِيَ ابْنُ عُمَرَ وَاضِعاً يَدَهُ عَلَى مَقْعَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمِنْبَرِ ثُمَّ وَضَعَهَا عَلَى وَجْهِهِ.

"الشفاء بتعريف حقوق المصطفى"، القسم الثاني فيما يجب على الأنام من حقوقه، عليه الصلاة والسلام، الباب الثالث في تعظيم أمره، فصل: ومن إعظامه ﷺ وإكباره... ، جـ٢، صـ٣٦ [مطبوعة دار الكتب العلمية بيروت]

اور طبقات ابن سعد میں ہے:

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي فُدَيْكٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ أَنَّهُ نَظَرَ إِلَى ابْنِ عُمَرَ وَضَعَ يَدَهُ عَلَى

مَقْعَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمِنْبَرِ ثُمَّ وَضَعَهَا عَلَى وَجْهِهِ.

"الطبقات الكبرى" لابن سعد، ذكر منبر رسول اللّٰه ﷺ، جـ۱، صـ۱۷۳ [طبعة دار الفكر بيروت].

دونوں عبارتوں کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا گیا کہ انہوں نے منبر منیف میں جو جگہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی تھی اسے ہاتھ سے مس کیا پھر اس ہاتھ کو اپنے منہ پر پھیرلیا۔

(٦)

وَيُرْوَى عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ شَيْخِ مَالِكٍ أَنَّهُ حَيْثُ أَرَادَ الْخُرُوجَ إِلَى الْعِرَاقِ جَاءَ إِلَى الْمِنْبَرِ فَمَسَحَهُ وَدَعَا.

"وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى"، باب: ما يلزم الزائر من الأدب، الجزء الرابع، صـ۱۴۰۳، [مطبوعه دار إحياء التراث العربي بيروت].

ترجمہ: حضرت امام مالک کے استاد حضرت یحییٰ بن سعید کے بارے میں مروی ہے کہ جب انہوں نے عراق جانے کا ارادہ کیا تو منبر شریف کے پاس حاضر ہوئے اور اپنے ہاتھوں کو منبر شریف پر

مس کیا اور وہاں دعا کی۔

(۷)

قَالَ السُّيُوطِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: وَأَخْرَجَ الْحَسَنُ بْنُ سُفْيَانَ فِي مُسْنَدِهِ وَالْقَاضِي إِسْمَاعِيلُ فِي الْأَحْكَامِ وَالطَّحَاوِيُّ فِي مُشْكِلِ الْآثَارِ وَالْبَاوردي فِي الصَّحَابَةِ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَالطَّبْرَانِيُّ وَأَبُو نُعَيمٍ فِي الْمَعْرِفَةِ وَابْنُ مَردويه وَالْبَيْهَقِيُّ فِي سُنَنِهِ وَالضِّيَاءُ الْمَقْدَسِيُّ فِي الْمُخْتَارَةِ عَنِ الْأَسْلَعِ بْنِ شَرِيكٍ قَالَ: كُنْتُ أَرْحَلُ نَاقَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَصَابَتْنِي جِنَابَةٌ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ، وَأَرَادَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرِّحْلَةَ، فَكَرِهْتُ أَنْ أَرْحَلَ نَاقَتَهُ وَأَنَا جُنُبٌ، وَخَشِيتُ أَنْ أَغْتَسِلَ بِالْمَاءِ الْبَارِدِ فَأَمُوتَ أَوْ أَمْرَضَ، فَأَمَرْتُ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ فَرَحَلَهَا، ثُمَّ رَضَفْتُ أَحْجَارًا فَأَسْخَنْتُ بِهَا مَاءً، فَاغْتَسَلْتُ بِهِ.

"الدر المنثور"، سورة النساء، رقم الآية: ۴۳، ۵۴۷/۲، [مطبوعة دار الفكر بيروت].

ترجمہ: حضرت ابن اسلع بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی کا کجاوہ کسا کرتا تھا ایک سرد رات میں مجھے غسل کی حاجت ہوگئی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سفر کا ارادہ کیا میں نے حالت جنابت میں کجاوہ کسنا پسند نہ کیا اور میں اس بات سے بھی ڈرا کہ اگر ٹھنڈے پانی سے غسل کروں تو مرجاؤں گا یا بیمار ہوجاؤں گا اس لیے میں نے انصار میں سے ایک شخص سے کجاوہ کسوایا پھر میں نے گرم پتھروں سے پانی گرم کرکے غسل کیا۔

(۸)

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ مَوْلَى أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ وَكَانَ خَالَ وَلَدِ عَطَاءٍ قَالَ أَرْسَلَتْنِي أَسْمَاءُ إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فَقَالَتْ بَلَغَنِي أَنَّكَ تُحَرِّمُ أَشْيَاءَ ثَلَاثَةً الْعَلَمَ فِي الثَّوْبِ وَمِيثَرَةَ الْأُرْجُوَانِ وَصَوْمَ رَجَبٍ كُلِّهِ فَقَالَ لِي عَبْدُ اللّٰهِ أَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ رَجَبٍ فَكَيْفَ بِمَنْ يَصُومُ الْأَبَدَ وَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنَ الْعَلَمِ

فِي الثَّوْبِ فَإِنِّي سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّمَا يَلْبَسُ الْحَرِيرَ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فَخِفْتُ أَنْ يَكُونَ الْعَلَمُ مِنْهُ وَأَمَّا مِيثَرَةُ الْأُرْجُوَانِ فَهَذِهِ مِيثَرَةُ عَبْدِ اللّٰهِ فَإِذَا هِيَ أُرْجُوَانٌ فَرَجَعْتُ إِلَى أَسْمَاءَ فَخَبَّرْتُهَا فَقَالَتْ هَذِهِ جُبَّةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْرَجَتْ إِلَيَّ جُبَّةَ طَيَالِسَةٍ كِسْرَوَانِيَّةٍ لَهَا لِبْنَةُ دِيبَاجٍ وَفَرْجَيْهَا مَكْفُوفَيْنِ بِالدِّيبَاجِ فَقَالَتْ هَذِهِ كَانَتْ عِنْدَ عَائِشَةَ حَتَّى قُبِضَتْ فَلَمَّا قُبِضَتْ قَبَضْتُهَا وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهَا فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضَى يُسْتَشْفَى بِهَا.

"صحيح مسلم"، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم لبس الحرير وغير ذلك للرجال، رقم الحديث :(٥٤٠٩)١٠(٢٠٦٩) ص ٩٢٦، [دار السلام الرياض].

ترجمہ: حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک طیالسی کسروانی جبہ نکالا جس کی آستینوں اور گریبان پر ریشم کے نقش ونگار بنے ہوئے تھے آپ نے کہا کہ یہ جبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال

تک ان کے پاس تھا اور جب ان کی وفات ہوئی تو پھر میں نے اسے لے لیا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے پہنا کرتے تھے ہم اس جبہ کو دھوکر اس کا پانی بیماروں کو پلاتے ہیں اور اس جبہ سے ان کے لئے شفاء طلب کی جاتی ہے۔

(۹)

وَرَوَى ابْنُ السَّكَنِ، مِنْ طَرِيقِ صَفْوَانَ بْنِ هُبَيْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ لِي: ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ: قَالَ لِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: هَذِهِ شَعْرَةٌ مِنْ شَعْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَعْهَا تَحْتَ لِسَانِي قَالَ: فَوَضَعْتُهَا تَحْتَ لِسَانِهِ، فَدُفِنَ وَهِيَ تَحْتَ لِسَانِهِ.

الإصابة في تمييز الصحابة، رقم الترجمة: (٢٧٧) - أنس بن مالك، ٢٧٦/١، [دار الكتب العلمية بيروت].

ترجمہ: حضرت ثابت بنانی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خادم حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مجھ سے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بالوں میں سے

ایک بال ہے جب میں مر جاؤں تو اسے میری زبان کے نیچے رکھ دینا چنانچہ میں نے حسب وصیت ان کی زبان کے نیچے وہ بال شریف رکھ دیا اور وہ اسی حالت میں دفن کیے گئے۔

(۱۰)

ثم السرية عبدالله بن أنيس وحدهم يوم الاثنين لخمس خلون من المحرّم، على رأس خمسة وثلاثين شهرا من الهجرة، إلى سفيان بن خالد الهذلي بعرنة - وادي عرفة - لإنه بلغه صلى الله عليه وسلم أنه جمع الجموع لحربه. فلما وصل إليه قال له: ممّن الرجل؟ قال: من بني خزاعة، سمعت بجمعك لمحمّد فجئتك لأكون معك، قال: اجلس. فمشى معه ساعة، ثم اغتره وقتله، أخذ رأسه، فكان يسير الليل ويتوارى النهار، حتى قدم المدينة، فقال له عليه الصلاة والسلام: «أَفْلَحَ الوَجْهُ»، قال: أفلح وجهك يا رسول الله، ووضع رأسه بين يديه. "المواهب اللدنية".

(ثم قال العلامة الزرقاني في شرحه: قال عبدالله بن

أنيس:) أخبرته خبري فدفع إليّ عصا وقال: «تَخَصَّرْ بِهَا فِي الجَنَّةِ فَإِنَّ المُتَخَصِّرِينَ فِي الجَنَّةِ قَلِيلٌ». فكانت العصا عنده، حتى إذا حضرته الوفاة أوصى أن يدرجوها في أكفانه، ففعلوا.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عرنہ وادیٔ عرفہ میں خالد بن سفیان بن نبیح ہذلی کے قتل کرنے کے لئے بھیجا، اس لیے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کے متعلق یہ اطلاع پہنچی تھی کہ وہ جنگ کے لیے فوج جمع کر رہا ہے جب حضرت عبداللہ اس کے پاس پہنچے تو اس نے پوچھا تم کون ہو؟ آپ نے کہا: میرا تعلق بنی خزاعہ سے ہے، مَیں نے سنا ہے کہ تم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے مقابلے کے لیے لشکر جمع کر رہے ہو، میں بھی چاہتا ہوں تمہارے ساتھ شریک ہو جاؤں۔ اس نے کہا: ٹھیک ہے، حضرت عبداللہ نے اس کے ساتھ گھنٹہ بھر گزارا پھر جب اسے غافل پایا تو قتل کر دیا اور اس کا سر کاٹ کر اپنے ساتھ لے لیا، آپ رات کو سفر کرتے اور دن میں چھپے رہتے یہاں

تک کہ مدینہ شریف پہنچے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ کو دیکھ کرفرمایا: ((اَفْلَحَ الوَجْهُ)) تم کامیاب ہو گئے، اس پر حضرت عبداللہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ، آپ کامیاب ہیں۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے خالد کے سر کو سامنے رکھ کر پورا قصہ بیان کیا تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے دست مبارک میں عصا تھا آپ نے وہ عصا حضرت عبداللہ کو عطا فرما کر یوں ارشادفرمایا: ((تَخَصَّرْ بِهَا فِي الجَنَّةِ فَإِنَّ المُتَخَصِّرِينَ فِي الجَنَّةِ قَلِيلٌ)).یعنی ''جنت میں اس پر ٹیک لگانا کیونکہ جنت میں ٹیک لگانے والے تھوڑے ہیں'' وہ عصا حضرت عبداللہ کے پاس رہا جب ان کی وفات کا وقت آیا تو وصیت کی کہ اس عصا کو میرے کفن میں رکھ کر میرے ساتھ دفن کردینا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

"شرح العلامة الزرقاني على المواهب اللدنية للعلامة القسطلاني"، كتاب المغازي، سرية عبدالله بن أنيس، جـ٢، صـ٤٧٢، [دار الكتب العلمية بيروت]، وأخرجه العلاّمة الدميري في "حياة الحيوان الكبرى" (جـ٢، صـ٩٢) [مطبوعة منشورات الرضي قم] لكنّه ذكر "تخطر" بدل "تخصر" ١٢ الرضوي.

(۱۱)

وَ(كَانَ لَهُ) سَرِيرٌ قَوَائِمُهُ مِنْ سَاجٍ أَهْدَاهُ إِلَيْهِ أَسْعَدُ بْنُ زُرَارَةَ فَكَانَ يَنَامُ عَلَيْهِ، ثُمَّ وُضِعَ عَلَيْهِ لَمَّا مَاتَ، ثُمَّ الصِّدِّيقُ، ثُمَّ الْفَارُوقُ، ثُمَّ صَارَ النَّاسُ يَحْمِلُونَ عَلَيْهِ مَوْتَاهُمْ تَبَرُّكًا بِهِ.

"شرح العلامة الزرقاني" على "المواهب اللدنية" للعلامة القسطلاني، كتاب، الفصل الثامن في آلات حروبه عليه الصلاة والسلام (تكميل)، جـ٥، صـ٩٦ [دار الكتب العلمية بيروت].

ترجمہ: حضرت اسعد بن زرارہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ایک چارپائی بطور ہدیہ پیش کی تھی جس کے پائے ساگوان کی لکڑی کے تھے حضور علیہ الصلاۃ والسلام اس پر سویا کرتے تھے جب وصال شریف ہوا تو حضور کو اسی پر رکھا گیا۔ حضور کے بعد صدیق اکبر کو بھی وفات پانے پر اسی چارپائی رکھا گیا بعد ازاں حضرت عمر فاروق کو بھی اسی پر رکھا گیا پھر لوگ بطور تبرک اپنے مردوں کو اسی چارپائی پر رکھا کرتے تھے۔

ترجمہ ماخوذ از "سیرت رسول عربی" ص ۵۲۲ [مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور].

(۱۲)

قَالَ: أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَطَّافُ بْنُ خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زَيْدٍ الْعِرَاقِيُّ قَالَ: أَتَيْنَا سَلَمَةَ بْنَ الْأَكْوَعِ بِالرَّبَذَةِ فَأَخْرَجَ إِلَيْنَا يَدَهُ ضَخْمَةً كَأَنَّهَا خُفُّ بَعِيرٍ، قَالَ: بَايَعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِيَدِي هٰذِهِ، فَأَخَذْنَا يَدَهُ فَقَبَّلْنَاهَا.

"الطبقات الكبرى" لابن سعد، رقم الترجمة: (٤٨٨) سلمة بن الأكوع، ٢١٨/٣، [مطبوعة دار الفكر بيروت].

ترجمہ: حضرت عبد الرحمٰن بن زید عراقی کا بیان ہے کہ ہم ربذہ میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے اپنا ہاتھ ہماری طرف بڑھایا جو ایسا ضخیم تھا کہ گویا اونٹ کا سم تھا اور فرمایا کہ میں نے اس ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیعت کی ہے پس ہم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اسے بوسہ دیا۔

(۱۳)

عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ يَعْقُوبَ التَّيْمِيِّ قَالَ: كَانَ (مُحَمَّدُ بْنُ

الْمُنْكَدِرِ) يَأْتِي مَوْضِعاً مِنَ الْمَسْجِدِ فِي السِّحْرِ، يَتَمَرَّغُ فِيهِ وَيَضْطَجِعُ، فَقِيلَ لَهُ فِي ذَلِكَ، فَقَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْمَوْضِعِ، أُرَاهُ قَالَ: فِي النَّوْمِ.

روى الإمام ابن عساكر، في "تاريخ دمشق"، جـ٥٦، صـ٥٠ [طبعة دار الفكر بيروت]، وذكر الإمام الذهبي في "سير الأعلام النبلاء"، جـ٥، صـ٣٥٨ [طبعة مؤسسة الرسالة بيروت]

ترجمہ: اسماعیل بن یعقوب تیمی روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن منکدر رمتوفی / ۱۳۰ھ مسجد نبوی کے صحن میں ایک خاص جگہ پر لوٹتے اور لیٹتے۔ ان سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ہے راوی کا قول ہے کہ میرا گمان ہے کہ حضرت ابن منکدر رنے کہا کہ خواب میں دیکھا ہے۔

(١٤)

وَقَدْ حَكَى أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيُّ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ فَضْلُوَيْهِ الزَّاهِدِ وَكَانَ مِنَ الْغُزَاةِ الرُّمَاةِ أَنَّهُ قَالَ: مَا مَسَسْتُ

الْقَوْسِ بِيَدِي إِلَا عَلَى طَهَارَةٍ مُنْذُ بَلَغَنِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ الْقَوْسَ بِيَدِهِ.

"الشفاء بتعريف حقوق المصطفى"، القسم الثاني فيما يجب على الأنام من حقوقه، عليه الصلاة والسلام، الباب الثالث في تعظيم أمره، فصل: ومن إعظامه وإكباره ﷺ، جـ٢، جـ٣٦ [طبعة دار الكتب العلمية بيروت].

ترجمہ: حضرت احمد بن فضلویہ بڑے نمازی اور تیر انداز تھے انہوں نے جب سنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کمان کو اپنے دست مبارک میں لے لیا ہے تو اس دن سے بپاس ادب کبھی کمان کو بے وضو نہیں چھوا۔

(اس کمان کو مطلقًا کمان مان لو۔ واللہ تعالیٰ اعلم)

(١٥)

وَحُدِّثْتُ أَنَّ أَبَا الْفَضْلِ الْجَوْهَرِيَّ لَمَّا وَرَدَ الْمَدِينَةَ زَائِرًا وَقَرُبَ مِنْ بُيُوتِهَا تَرَجَّلَ وَمَشَى بَاكِيًا مُنْشِدًا:

وَلَمَّا رَأَيْنَا رَسْمَ مَنْ لَمْ يَدَعْ لَنَا فُؤَادًا لِعِرْفَانِ الرُّسُومِ وَلَا لُبًّا
نَزَلْنَا عَنِ الْأَكْوَارِ نَمْشِي كَرَامَةً لِمَنْ بَانَ عَنْهُ أَنْ نُلِمَّ بِهِ رَكْبًا

"الشفاء بتعريف حقوق المصطفى"، القسم الثاني فيما يجب على الأنام من حقوقه، عليه الصلاة والسلام، الباب الثالث في تعظيم أمره، فصل: ومن إعظامه وإكباره ﷺ، ٣٧/٢.

ترجمہ: حضرت ابو الفضل جوہری اندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے زیارت کے لئے مدینہ منورہ کا قصد کیا جب مدینہ منورہ کے مکانات کے قریب پہنچے تو سواری سے اتر پڑے اور اشعار پڑھتے ہوئے پیدل چلے۔

(اشعار کا ترجمہ یہ ہے):

جب ہم نے اس ذات شریف کے آثار دیکھے جس نے آثار شریفہ کی پہچان کے لیے ہمارے واسطے نہ دل چھوڑا نہ عقل خالص ہم پالانوں سے اتر پڑے اور اس ذات شریف کی تعظیم کے لئے پیدل چلنے لگے جس کی زیارت سواری کی حالت میں بعید از ادب ہے۔

برادران اسلام!

صحابہ کرام تابعین عظام تبع تابعین اور سلف صالحین کے صدہا نہیں بلکہ ہزارہا واقعات سے چند آپ کے گوش گزار کیے گئے ہیں

جن کی بنیاد محض محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تھی۔ مثلاً حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ لے لیجئے جس میں ان کا نچلی منزل میں آجانا اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں اوپر والی منزل میں ٹھہرنے کی درخواست کرنا اس سے ان کا کمال ادب ظاہر و باہر ہے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پس خوردہ کھانے سے متعلق پوچھنا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی انگلیاں کس جگہ لگی تھیں پھر اسی جگہ سے کھانا اس سے ان کا کمال محبت اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آثار شریفہ سے حصول برکت عیاں وتاباں ہے اسی اسلوب پر بقیہ واقعات کو سمجھ لیجئے اور حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ کے تحت بیان کیا گیا درس بھی ملحوظ خاطر رکھیے۔ اب مخالفین ذرا بتائیں کیا ان میں سے ہر ایک کے لئے قرآن و حدیث سے نص صریح بھی ملتی ہے؟ اگر ہے تو بتائیں ورنہ اس بات کو تسلیم کریں کہ بلاشبہ ہر وہ طریقہ محبت و تعظیم بھی درست ہے جو خلاف شرع نہ ہو اگرچہ اس کا صریح ثبوت قرآن و حدیث سے نہ ملتا ہو۔

بات دراصل یہ ہے کہ محبت و تعظیم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک حکم کلی ہے جس طرح ایصال ثواب ایک حکم کلی ہے۔ لہذا ایصال ثواب کا وہ طریقہ جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے اس کے جواز میں تو مخالفین کو بھی شک نہ ہوگا، اسی طرح ایصال ثواب کے وہ تمام طریقے بھی جائز ہوں گے جو خلاف شرع نہ ہوں اگر چہ ان کا بعینہ ثبوت قرآن وحدیث سے نہ ملے یونہی محبت و تعظیم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وہ تمام طریقے بھی جائز ہوں گے جو خلاف شرع نہ ہوں اگر چہ ان کا ثبوت صراحتاً قرآن وحدیث سے نہ ملے البتہ وہ طریقہ جو خلاف شریعت مطہرہ ہو، جس کی ممانعت آئی ہو قابل عمل نہیں ہوگا۔

خود مخالفین کے ایک معتبر عالم شیخ وحید الزمان اپنی کتاب میں ایک حدیث اسی سلسلے میں لکھتے ہیں، سماعت فرمایئے:

کل شیئ لک مطلق حتی یرد فیہ نھی.

"لغات الحدیث"، کتاب الطاء، ۳ / ۳۸. [مطبوعۃ میر محمد کتب خانہ کراچی].

ترجمہ: ہر چیز کا کرنا تجھ کو روا ہے یہاں تک کہ اس کی ممانعت میں کچھ وارد نہ ہو جائے۔ (ترجمہ از شیخ وحید الزمان)

نیز شیخ وحید الزمان خود اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یعنی قرآن یا حدیث میں اس کی ممانعت نہ آجائے یہ حدیث دین کی ایک بڑی اصل ہے تمام کھانے، پینے، پہننے کی چیزیں دنیا کے رسم و رسومات مباح (جائز رضوی) ہیں جب تک کہ ان کی ممانعت کسی نص (حکم قطعی، رضوی) سے ثابت نہ ہو۔ (ایضاً)

برادران اسلام!

ہماری بیان کردہ معروضات کی حقیقت کو تسلیم کرنے کے لئے ہر ذی عقل کے واسطے ذکر کردہ واقعات ہی کفایت کرتے ہیں البتہ جو عقل سے عاری ہو، اس کے لئے تو دفتر بھی بیکار ہے، آپ کی یاد دہانی کے لئے عرض ہے کہ مخالفین نے حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کے طریقۂ محبت اور طریقۂ تعظیم پر حالانکہ اس کی بنیاد و اصل نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم پر تھی۔

یہ کہا تھا کہ پہلے امام مالک جیسے بنو، ہوسکتا ہے کہ ہمارے بیان کردہ واقعات صحابہ سن کر وہ کہہ دیں کہ پہلے صحابہ جیسے بنو پھر یہ کام کرنا۔

اب ہم عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ادب و تعظیم سے متعلق ایک حدیث اور اس کی تشریح میں شارحین کرام کی عبارات بیان کرتے ہیں:

وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ كِلَاهُمَا عَنْ جَرِيرٍ قَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَطَالَ حَتَّى هَمَمْتُ بِأَمْرِ سَوْءٍ قَالَ قِيلَ وَمَا هَمَمْتَ بِهِ قَالَ هَمَمْتُ أَنْ أَجْلِسَ وَأَدَعَهُ وحَدَّثَنَاه إِسْمَعِيلُ بْنُ الْخَلِيلِ وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُسْهِرٍ عَنْ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ

"صحيح مسلم"، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب استحباب تطويل القراءة في صلاة الليل، رقم الحديث: [١٨١٥]٢٠٤(٧٧٣) صـ٣١٦

[دار السلام الریاض].

ترجمۂ حدیث: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہٗ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک شب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہت طویل قیام کیا یہاں تک کہ میں نے ایک بری بات کا ارادہ کرلیا، راوی نے حضرت ابن مسعود سے پوچھا آپ نے کس چیز کا ارادہ کیا تھا؟ حضرت ابن مسعود نے کہا: مَیں نے ارادہ کیا تھا کہ حضور کو قیام میں چھوڑ کر خود بیٹھ جاؤں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتداء میں رات کو نفل پڑھے اور آپ کے قیام کے طول کی وجہ سے بیٹھنے کا ارادہ کیا لیکن پھر یہ خیال کر کے آپ کھڑے ہوں اور مَیں بیٹھ جاؤں یہ بری بات ہے، باوجود اس بات کے نفل میں بیٹھنا جائز تھا کھڑے رہے اور ان کا یہ فعل عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کا مظہر تھا یہ حدیث امام بخاری نے اپنی صحیح میں درج ذیل الفاظ سے روایت کی ہے:

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتّٰى هَمَمْتُ بِأَمْرِ سَوْءٍ قُلْنَا وَمَا هَمَمْتَ قَالَ هَمَمْتُ أَنْ أَقْعُدَ وَأَذَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

"صحیح البخاری"، کتاب التهجد، باب طول القیام، رقم الحدیث: (١١٣٥)، ص ١٨٢، [طبعة دار السلام الریاض].

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وإنما لم یقعد ابن مسعود للتأدّب مع النبيّ صلّى اللّٰه علیه وسلّم.

"صحیح مسلم بشرح النووي"، الجزء السادس، ص٦٣، [طبعة دار إحیاء التراث، بیروت].

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ محض رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ادب کے پیش نظر نماز میں نہیں بیٹھے۔

علامہ وشتانی نے بھی یہی لکھا ہے اور علامہ سنوسی نے بھی اس عبارت کو مزید اضافہ کے ساتھ نقل کیا ہے۔

"إكمال إكمال المعلم"، جـ٢، صـ ٤٠٠ [مطبوعة دار الكتب العلمية بيروت].

علامہ عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قال العيني: وهذا السوء من جهة ترك الأدب، وصورة المخالفة، وإن كان القعود جائزا في النفل مع القدرة على القيام.

عمدة القاری ٥ / ٤٦٨، [طبعة دار الفكر بيروت].

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نماز میں بیٹھنے کو بری بات قرار دینا اس وجہ سے تھا کہ یہ امر ادب کے خلاف تھا۔

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

وإنما جعله سوءً وإن كان القعود في النفل جائزاً لأن فيه ترك الأدب معه عليه الصلاة والسلام.

ترجمہ: ہر چند کہ نفلی نماز میں بیٹھنا جائز ہے اس کے باوجود حضرت عبداللہ بن مسعود نے نماز میں اپنے بیٹھنے کو بری بات قرار دیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے رہیں اور وہ بیٹھ جائیں یہ

بات ادب کے خلاف تھی۔

"إرشاد الساري"، جـ ۲، صـ ۳۰۲. [مطبوعة المطبعة الميمنة مصر].

(اس حدیث کی تشریح سے متعلق جملہ عباراتِ شارحین علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی کی شرح صحیح مسلم (اردو) جلد ثانی، ص ۵۳۲ سے ماخوذ ہیں۔ رضوی)

ذکر کردہ حدیث میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس کی تشریح میں شارحین کرام کی عبارات منیفہ پیش نظر رکھتے ہوئے مخالفین کے مقتدر پیشوا شیخ اسماعیل دہلوی کی اس تحریر کو سامنے رکھ کر ہر انصاف پسند اور منصف مزاج خود فیصلہ کرلے کہ ان کا اور ان کے پیشوا کا مزاج کتنا توہین آمیز اور گستاخانہ ہے۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)

مترجم تحریر یہ ہے:

نماز میں شیخ اور اس کی مثل بزرگوں کی طرف توجہ کرنا خواہ رسالت مآب ہی کیوں نہ ہوں اپنی گائے اور گدھے کی صورت کا تصور کرنے سے بہت زیادہ برا ہے۔

"صراط مستقیم"، صـ ۸٦ [مطبوعۃ مکتبہ سلفیہ لاہور].

لطیفہ: ہم نے ایک مخالف کے سامنے دوران بحث شیخ اسماعیل دہلوی کی یہ تحریر پیش کی تو اس نے کہا: اسمعیل دہلوی کو نہیں مانتے (غالبًا جان چھڑانے کا یہ آسان طریقہ اس کے مولویوں کا سمجھایا ہوا ہوگا) ہم نے یہ کہا: یہ بات مبہم ہے۔ اس نے کہا وہ کیسے؟ ہم نے کہا: آپ شیخ اسماعیل دہلوی کو انسان نہیں مانتے ہیں یا مسلمان نہیں مانتے ہیں؟ اس پر وہ بے ساختہ کہہ اٹھا: جناب میں انسان بھی مانتا ہوں اور مسلمان بھی۔

ہم نے کہا کہ پہلے تو آپ نے کہا تھا میں نہیں مانتا اب آپ اقرار کر رہے ہیں۔ وہ بوکھلاتے ہوئے بولا: میں اس تحریر کو نہیں مانتا۔ ہم نے کہا: آپ کس اعتبار سے نہیں مانتے؟ اس نے عالم پریشانی میں کہا: میں اس عبارت کو صحیح نہیں مانتا کیونکہ یہ گستاخی والی بات ہے۔ اس پر ہم نے کہا: پھر آپ شیخ اسماعیل دہلوی کو کیسے مسلمان مانتے ہیں؟ بس پھر کیا تھا یہ سنتے ہی اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں اور اس نے خاموشی سے رخصت ہونے میں ہی اپنی عافیت سمجھی۔

اب ہم فتاویٰ رضویہ سے ادب و تعظیم مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کا خلاصہ مع قاعدہ کلیہ بیان کرتے ہیں امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر مسلمان کا ایمان ہے اور اس کی خوبی قرآن عظیم سے مطلقاً ثابت ۔قال اللّٰہ تعالی: ﴿إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ﴾ [الفتح: ۸،۹] اے نبی ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا تاکہ اے لوگوں تم خدا اور رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم کرو. قال تعالی: ﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾ [سورۃ الحج: ۳۲] جو خدا کے شعاروں کی تعظیم کرے تو وہ بے شک دلوں کی پرہیزگاری سے ہے، قال: ﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ﴾ [سورۃ الحج: ۳۰] ترجمہ: جو تعظیم کرے خدا کی حرمتوں کی تو یہ بہتر ہے اس کے لئے اس کے رب کے یہاں۔

پس بوجہ اطلاق آیات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم جس طریقے سے کی جائے گی حسن ومحمود رہے گی اور خاص خاص

طریقوں کے لئے ثبوت جداگانہ درکار نہ ہوگا۔

ہاں اگر کسی خاص طریقہ کی برائی بالتخصیص شرع سے ثابت ہو جائے گی تو وہ بے شک ممنوع ہوگا جیسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سجدہ کرنا یا جانوروں کو ذبح کرتے وقت بجائے تکبیر، حضور کا نام لینا اسی لئے علامہ ابن حجر مکی ''جوہر منظّم'' میں فرماتے ہیں:

تعظيم النبي صلّى الله تعالى عليه وسلّم بجميع أنواع التعظيم التي ليس فيها مشاركة الله تعالى في الألوهية أمر مستحسن عند من نوّر الله أبصارهم.

یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم تمام اقسام کی تعظیم کے ساتھ جن میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ الوہیت میں شریک نہ کرنا ہو ہر طرح امر مستحسن ہے ان کے نزدیک جن کی آنکھوں کو اللہ نے نور بخشا ہے۔

"الجوهر المنظم"، مقدمة في آداب السفر، الفصل الأول، صـ ۱۲، للعلّامة ابن حجر المكي، "الفتاوى الرضوية"، إقامة القيامة، ۲۶/۵۳۱، [مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور].

نیز لکھتے ہیں:

امور تعظیم وادب میں سلف صالحین سے آج تک برابر ائمہ دین کا یہی داب (طریقہ ۔رضوی) رہا کہ ورود وعدم ورود خصوصیات (یعنی ادب و تعظیم مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سلسلہ میں کتاب و سنت سے کوئی خاص صورت وارد ہونے یا نہ ہونے ۔رضوی) پر نظر نہ کی بلکہ تصریحاً قاعدہ کلیہ بنایا (جو یہ ہے ۔رضوی)

وكل ما كان أدخل في الأدب والإجلال كان حسناً.

"شرح فتح القدير" للإمام ابن الهمام الحنفي، كتاب الحج، مسائل منثورة، المقصد الثالث في زيارة قبر النبي صلى الله عليه وسلم، ٣/١٦٨، [طبعة دار الكتب العلمية بيروت]؛ "الفتاوى العالمگيرية"، كتاب المناسك، مطلب زيارة النبي صلى الله عليه وسلم، ١/٢٦٥، [طبعة مكتبة حقانية بشاور] الرضوي.

ترجمہ: جس بات کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ادب و تعظیم میں زیادہ دخل ہو وہ بہتر ہے۔

"الفتاوى الرضوية"، إقامة القيامة، جـ٢٦، صـ٥٤٦[مطبوعة رضا فاؤنڈیشن لاهور]

باقی رہی دن و تاریخ مقرر کرنے کی بات جس پر مخالفین نے بہت سوزش کی ہے۔فی الحال ہم بطور اختصار اس کی وضاحت کرتے ہیں سماعت فرمایئے۔

توقیت (وقت مقررہ، معینہ پر کسی کام کو کرنا) دو حال سے خالی نہیں یا تو شرعی ہوگا یا عرفی و عادی۔

توقیت شرعی یہ ہے کہ شارع نے کسی کام کے لئے خود وقت مقرر فرما دیا ہو خواہ یوں کہ اس وقت کے علاوہ دوسرے وقت میں وہ کام ہو ہی نہیں سکتا جس کے لئے وہ وقت مقرر و متعین کیا گیا ہے جیسے قربانی کے ایام نحر مقرر ہیں پس اگر ایام نحر کے سوا دوسرے دنوں میں جانور ذبح کیا جائے گا تو قربانی نہیں ہوگی (ایام نحر سے متعلق تحقیق انیق مقالات سعیدی میں دیکھئے) یا اس طرح کہ دوسرے وقت میں وہ کام ہو تو سکتا ہے لیکن بلا عذر تاخیر جائز نہیں مثلاً پنج وقتہ نمازوں (فجر' ظہر' عصر' مغرب' عشاء) کے اوقات مقرر ہیں جیسے نماز فجر کا وقت طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک ہوتا ہے لہذا اس وقت میں نماز فجر پڑھی جائے گی تو ادا ہوگی اور اگر کوئی طلوع آفتاب کے بعد نماز

فجر پڑھے گا تو اس صورت میں نماز تو ہو جائے گی مگر قضا ہو گی اور بلا عذر ایسا کرنا گناہ ہے۔

پس جاننا چاہیے کہ یہ توقیت و تخصیص شرعی ہے کہ قربانی کو ایام نحر کے ساتھ اور پنج وقتہ نمازوں کو اوقاتِ معینہ کے ساتھ مقرر و خاص کیا گیا ہے۔

توقیت عرفی و عادی کا مطلب یہ ہے کہ شریعت مطہرہ کی جانب سے تو ہر وقت اور ہر دن اس کام کی اجازت ہے سوائے ممنوعہ و مستثنیٰ صورتوں کے لیکن کسی مصلحت یا مناسبت کی وجہ سے اس کام کے لئے کوئی وقت یا دن مقرر اور خاص کرلیا جائے مثلاً نماز ظہر کا ایک وقت مقرر ہے اور یہ تقرر شرعی ہے لہذا اس پورے وقت میں جب بھی نماز ظہر پڑھی جائی گی تو اس کی ادائیگی ہو جائے گی لیکن اس کے باوجود مساجد میں خواہ کسی بھی مکتب فکر کی ہوں ایک عرصے سے نماز کی ادائیگی کا وقت مقرر و معین کرنے کا سلسلہ جاری ہے چنانچہ کسی مسجد میں نماز ظہر سوا ایک بجے ہوتی ہے اور کسی مسجد میں ڈیڑھ بجے یونہی کسی مسجد میں پونے دو بجے ہوتی ہے لیکن یہ تقرر اور تعین و تخصیص

شرعی نہیں ہے بلکہ عرفی و عادی ہے لہذا اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ان معین و مقرر اوقات کے علاوہ نماز ظہر ادا کی جائے تو اس کی ادائیگی ناجائز ہوگی البتہ نماز ظہر کے اس پورے وقت کا لحاظ ضروری ہوگا جو شریعت مطہرہ نے مقرر و معین کیا ہے کہ اس سے پہلے تو اصلاً نماز نہیں ہوگی اور اس کے بعد نماز تو ہو جائے گی مگر قضاء۔

اسی طرح اگر محفل میلاد ہو یا مجلس ایصال ثواب، ان کے لیے کوئی وقت یا دن مقرر کر لینا یہ تعین عرفی و عادی ہے چنانچہ اس وقت یا دن کے علاوہ بھی محفل میلاد یا مجلس ایصال ثواب جائز و درست ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت علیہ الرحمہ نے فتاویٰ رضویہ میں اس کی تصریح اور وضاحت کی ہے جیسا کہ انہوں نے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا:

اموات مسلمین کو ایصال ثواب قطعاً مستحب، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَنْفَعْهُ)).

رواه الإمام أحمد في مسنده عن جابر بن عبدالله رضي الله تعالیٰ عنه، ٥/٣٥، برقم: (١٤٣٨٩)، [طبعة دارالفكر بيروت]. (التخريج من الرضوي)

ترجمہ:تم میں سے جو اپنے بھائی کو نفع پہنچانے کی طاقت رکھے تو چاہیے کہ وہ اسے نفع پہنچائے۔(ترجمہ از رضوی)اور یہ تعینات عرفیہ ہیں، ان میں اصلاً حرج نہیں جبکہ انہیں شرعاً لازم نہ جانے، یہ نہ سمجھے کہ ان ہی دنوں ثواب پہنچے گا، آگے پیچھے نہیں الخ

"الفتاوی الرضویة"، جـ ۹، صـ ٤٠٦ [مطبوعه رضا فاؤنڈیشن لاهور].

وعظ و نصیحت کرنا بھی ہر وقت جائز ہے سوائے ممنوعہ و مستثنیٰ صورتوں کے لیکن اس کے باوجود ایک عرصہ سے جمعہ کے دن خطبہ نماز سے پہلے وعظ و خطاب کرنا ہر مکتب فکر کے علماء نے مقرر و متعین کیا ہوا ہے راقم نے اپنی زندگی میں صرف جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کے مہتمم دیوبندی مولوی سلیم اللہ خان کے متعلق چند سال قبل یہ سنا تھا کہ اس نے نماز جمعہ سے پہلے تقریر کرنا چھوڑ دی ہے اور وجہ یہ بتائی گئی کہ خطبہ نماز سے پہلے تقریر کرنا بدعت ہے لہٰذا مخالفین بھی اپنے برادر معنوی کی اتباع میں اس بدعت کو چھوڑنے کی کوشش کریں

مگر یہ بات ضرور یاد رکھیں کہ یہ کوشش ان کو بہت مہنگی پڑے گی کیونکہ اس طرح موجودہ بدعتی نہیں تو سابق بدعتی ضرور قرار پائیں گے اور یہ بات ایسی ہے جیسے سانپ کے منہ میں چھچھوندر نگلے گا تو اندھا اُگلے گا تو کوڑھی۔

آیئے اب ہم کتاب وسنت سے بالخصوص جواز تعین یعنی کوئی مقرر اور خاص کرنے کا جواز ثبوت بتاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

﴿وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ﴾ [المعارج : ٢٤]

ترجمہ: اور وہ لوگ جن کے مالوں میں حق معلوم ہے۔

تفسیر خازن میں ہے:

وقيل هي صدقة التطوع وذلك بأن يوظف الرجل على نفسه شيئاً من الصدقة يخرجه على سبيل الندب في أوقات معلومة.

یعنی ایک قول یہ ہے کہ ”حق معلوم“ سے مراد صدقہ نفلی ہے اور بایں طور کہ مقرر کرے بندہ اپنے اوپر صدقہ جو استحبابی طور پر کرے

مقررہ وقتوں میں۔

"تفسیر خازن"، جـ ٤، صـ ٣٣٢ [مطبوعة مکتبه فاروقیه پشاور].

تفسیر خزائن العرفان میں ہے:

مراد اس سے زکاۃ ہے جسکی مقدار معلوم ہے یا وہ صدقہ جو آدمی اپنے نفس پر معین کرے تو اسے معین اوقات میں ادا کیا کرے، مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ صدقات مستحبہ کے لئے اپنی طرف سے وقت معین کرنا شرع میں جائز اور قابل مدح ہے۔

"تفسیر خزائن العرفان"، صـ ٩٠٩، [مطبوعة مجلس البرکات، مبارکپور، هند].

بخاری شریف میں ہے:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ قَطُّ إِلَّا وَهُمَا يَدِينَانِ الدِّينَ وَقَالَ أَبُو صَالِحٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ قَطُّ إِلَّا وَهُمَا يَدِينَانِ الدِّينَ وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْنَا يَوْمٌ إِلَّا يَأْتِينَا فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَفَيِ النَّهَارِ بُكْرَةً وَعَشِيَّةً... الخ

"صحيح البخاري"، كتاب الكفالة، باب جوار أبي بكر في عهد النبي صلّى الله عليه وسلّم وعقده، رقم الحديث: (۲۲۹۷)، ص ۳٦٧، [طبعة دار السلام الرياض].

ترجمۂ حدیث: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دن کے دونوں کنارے یعنی صبح وشام صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف فرما ہوا کرتے تھے۔

مسلم شریف میں ہے:

وحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ عَنْ غَيْلَانَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْبَدٍ الزِّمَّانِيِّ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ [الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ] أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ صَوْمِ الِاثْنَيْنِ؟ فَقَالَ: ((فِيهِ وُلِدْتُ، وَفِيهِ أُنْزِلَ عَلَيَّ)).

"صحيح مسلم"، كتاب الصيام، باب استحباب صيام ثلاثة أيام من كل

شهر وصوم يوم عرفة وعاشوراء والاثنين والخميس، رقم الحديث: [٢٧٥٠] ١٩٨-(١١٦٢)، ص ٤٧٠، [طبعة دار السلام الرياض].

ترجمۂ حدیث: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے (ہر پیر کے دن اپنے روزہ رکھنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے) فرمایا: اس دن میری ولادت ہوئی اور اسی دن مجھ پر وحی نازل کی گئی۔

بخاری شریف میں ہے:

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِي كُلِّ خَمِيسٍ.

"صحيح البخاری"، كتاب العلم، باب من جعل لأهل العلم أياما معلومة، رقم الحديث: (٧٠)، صـ ١٧ [طبعة دار السلام الرياض].

ترجمۂ حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر جمعرات کے دن لوگوں کو وعظ فرماتے تھے۔

بخاری شریف میں ہے:

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ

الْأَصْبَهَانِيُّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ جَاءَتْ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ ذَهَبَ الرِّجَالُ بِحَدِيثِكَ فَاجْعَلْ لَنَا مِنْ نَفْسِكَ يَوْمًا نَأْتِيكَ فِيهِ تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَكَ اللَّهُ فَقَالَ اجْتَمِعْنَ فِي يَوْمِ كَذَا وَكَذَا فِي مَكَانِ كَذَا وَكَذَا فَاجْتَمَعْنَ فَأَتَاهُنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَّمَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَهُ اللَّهُ ....الخ

"صحيح البخاری"، كتاب الاعتصام، باب تعليم النبي صلّى الله عليه وسلّم أمته، رقم الحديث: (۷۳۱۰) صـ ۱۲۵۸ [طبعة دار السلام الرياض].

ترجمۂ حدیث: ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی یا رسول اللہ! مرد حضرات تو آپکی باتیں سن کر چلے جاتے ہیں اس لئے آپ ہمارے لیے بھی اپنی طرف سے کوئی دن مقرر فرما دیجئے تا کہ ہم بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپ ہمیں وہ سکھائیں جو اللہ تعالیٰ نے آپکو سکھایا ہے ۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا فلاں فلاں دن میں فلاں

فلاں مقام پر جمع ہو جایا کرو۔

بخاری شریف میں ہے:

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَتْ فِينَا امْرَأَةٌ تَجْعَلُ عَلَى أَرْبِعَاءَ فِي مَزْرَعَةٍ لَهَا سِلْقًا فَكَانَتْ إِذَا كَانَ يَوْمُ جُمُعَةٍ تَنْزِعُ أُصُولَ السِّلْقِ فَتَجْعَلُهُ فِي قِدْرٍ ثُمَّ تَجْعَلُ عَلَيْهِ قَبْضَةً مِنْ شَعِيرٍ تَطْحَنُهَا فَتَكُونُ أُصُولُ السِّلْقِ عَرْقَهُ وَكُنَّا نَنْصَرِفُ مِنْ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ فَنُسَلِّمُ عَلَيْهَا فَتُقَرِّبُ ذَلِكَ الطَّعَامَ إِلَيْنَا فَنَلْعَقُهُ وَكُنَّا نَتَمَنَّى يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِطَعَامِهَا ذَلِكَ

"صحيح البخاري"، كتاب الجمعة، باب قول الله تعالى: ﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ﴾ رقم الحديث: (٩٣٨) صـ١٥١ [طبعة دار السلام الرياض].

ترجمۂ حدیث: ایک خاتون (سن رسیدہ) بروز جمعہ مختصر کھانا کہ چقندر ہانڈی میں ڈال کر اس پر ایک مٹھی جو پیس کر ڈال دیتیں، اس کھانے سے متعلق حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

کہ ہم نماز جمعہ پڑھ کر لوٹتے تو انہیں سلام کرتے اور وہ اس کھانے کو ہمارے قریب کر دیتیں پس ہم اسے کھاتے اور ہم ان کے اس طعام کو کھانے کی وجہ سے جمعہ کے دن کی آرزو کیا کرتے تھے۔

فائدہ: ذکر کردہ حدیث صحیح البخاری میں درج ذیل مقامات پر بھی ہے۔

(۱) كتاب الحرث والزراعة، باب: ما جاء في الغرس، رقم الحديث: (۲۳٤۹)

(۲) كتاب الأطعمة، باب: السلق والشعير، رقم الحديث: (٥٤٠۲)

(۳) كتاب الاستئذان، باب: تسليم الرجال على النساء...الخ، رقم الحديث: (٦٢٤٨)

بخاری شریف کی اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس سن رسیدہ خاتون نے دعوت طعام جمعے کے دن کے ساتھ خاص کر دی تھی اسی طرح پکائے جانے والے کھانے کو بھی چقندر اور جو کے آٹے کے ساتھ خاص کر دیا تھا۔

غور کیجئے کہ دعوت کرنے والی سن رسیدہ صحابیہ اور کھانے والے صحابہ مگر اس کے باوجود ان کو عدم جواز کے شبہ کا وہم بھی ظاہر نہ ہوا، ظاہر ہے کہ انہوں نے تخصیص اور تعین کو شرعی نہیں سمجھا یعنی یہ

مقصد ہرگز نہ تھا کہ جمعہ کے دن کے علاوہ دعوت ہو ہی نہیں سکتی ہے یا جمعہ کے دن ہی دعوت کرنا ضروری ہے یا چقندر اور جو کے آٹے سے بنے ہوئے کھانے ہی کی دعوت کی جاسکتی ہے اس کے علاوہ کسی دوسری چیز کی دعوت نہیں کی جاسکتی ہے یا چقندر اور جو کے آٹے سے بنے ہوئے کھانے ہی کی دعوت کی جاسکتی ہے اس کے علاوہ کسی دوسری چیز کی دعوت نہیں کی جاسکتی ہے یا چقندر اور جو کے آٹے سے بنے ہوئے کھانے ہی کی دعوت کرنا ضروری ہے۔

تفسیر کبیر، تفسیر ارشاد العقل میں ہے:

وعن رسول اللّٰہ صلى الله عليه وسلم أنه كان يأتي قبور الشهداء رأس كلّ حول فيقول: السلام عليكم بما صبرتم فنعم عقبى الدار والخلفاء الأربعة هكذا كانوا يفعلون (رضي الله تعالى عنهم).

"تفسير كبير" تحت الآية: ﴿سَلَامٌ عَلَيْكُم﴾، جـ ٧، صـ٣٧ [دار إحياء التراث العربي].

"تفسير إرشاد العقل المعروف بـ "تفسير أبي سعود" جـ٤، صـ٢١٣ [دار الفكر].

حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال بہ نفس نفیس قبور شہداء کی طرف تشریف لے جاتے اور خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ہر سال تشریف لے جایا کرتے تھے۔

جذب القلوب شریف میں ہے:

درخبر است کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بر سر ہر سال بر قبور شہدائے احدمی آمدومی فرمود: ﴿سَلَامٌ عَلَيْكُم بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾ [الرعد: ٢٤]

ترجمہ: حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال کی ابتداء پر غزوہ احد کے شہدائے کی قبروں پر تشریف لاتے اور فرماتے: ﴿سَلَامٌ عَلَيْكُم بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾ (یعنی سلامتی ہو تم پر تمہارے صبر کا بدلہ پس آخرت کا گھر ہی کیا خوب ملا۔ از رضوی)۔

"جذب القلوب شريف" مترجم صـ ٢٠٥ [مطبوعة شبير برادر لاهور].

یہ روایت درج ذیل کتب تفاسیر میں بھی ہے:

(١) "تفسير درمنثور"، جـ ٤، صـ ٦٤١، [مطبوعة دار الفكر بيروت].

(٢) "جامع البيان" (تفسير طبري)، جـ ٨، صـ ٣٨٤، [مطبوعة دار الفكر بيروت].

(٣) "غرائب القرآن"، جـ ١٣، صـ ٨٣ [مطبوعة مصطفى البابي مصر] "الفتاوى الرضوية"، جـ ٢٦، صـ ٤٩٢، [مطبوعة رضا فاؤنڈیشن لاهور].

برادران اسلام!

اس سے قبل کہ مخالفین شیخ فاکہانی کی وفادارانہ تقلید کرتے ہوئے تلبیس ابلیس سے کام لے کر یہ شبہ ڈالنے کی کوشش کریں کہ جناب! بیان کردہ روایات میں تو خود حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام نے کسی کام کی تخصیص اور تعین کسی دن و وقت کے ساتھ کی ہے لہذا یہ تخصیص وتعین تو خود ثابت ہوگئی ہماری بحث تو ان کاموں کی تخصیص و تعین میں ہے جنکا ثبوت نہیں ملتا یا ہوسکتا ہے کہ مخالفین یہاں بھی وہی بات دہرادیں کہ پہلے صحابی اور نبی جیسے بنو پھر ان جیسے کام یا ان کے افعال سے استدلال کرنا' جیسا کہ انہوں نے امام مالک علیہ الرحمہ کے ذکر پر کہا تھا لہذا ہم واضح طور پر بیان کرتے ہیں کہ محض بات ہی بات ہے جمہور ائمہ اسلام میں سے کسی کو بھی یہ بات نہیں

سوجھی اور سوجھتی بھی کیسے کہ یہ بات اختراعی اور من گھڑت ہے

چنانچہ ہم بخاری شریف میں سے مزید ایک روایت بیان کرتے

ہوئے اس کے تحت ائمہ اسلام کے اقوال کا ذکر کرتے ہیں تاکہ وہ

شبہ جس کی بنیاد محض وہم پر ہے پاش پاش ہوجائے اور بخاری شریف

سے مراد وہی کتاب حدیث ہے جو امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل

بخاری جعفی متوفی ۲۵۶/ھ کی تصنیف لطیف ہے جس سے متعلق

مخالفین اپنی برادری میں خاص طور پر اوران کے برادر حضرات عوام

اہلسنت میں عام طور پر یہ پرچار کرتے ہوئے نہیں تھکتے کہ صحیح بخاری

'کلام اللہ قرآن کے بعد اس روئے زمین پر سب سے زیادہ صحیح

کتاب ہے۔

مخالفین سے پوچھا جائے کہ یہ نظریہ قرآن و حدیث کی کس نص

صریح سے ثابت ہے؟ اگر اس پر کوئی نص صریح ہے تو اسے بیان

کریں ورنہ تسلیم کریں کہ وہ قرآن و حدیث کے علاوہ تیسری چیز کو بھی

حجت و دلیل مانتے ہیں تاکہ ان کے ہمنواؤں اور حواریوں کو بھی معلوم

ہوجائے کہ ان کے خطیب جو بارہا یہی بیان کرتے رہے تھے کہ ان

کے نزدیک صرف اور صرف قرآن وحدیث ہی حجت ہیں باقی کچھ نہیں یہ کھلا دھوکا تھا اور واضح ہو جائے کہ ان کے خطیب ایک تیسری چیز کو بھی حجت مانتے تھے مگر وہ اس کو اپنے پیٹ میں رکھے ہوئے تھے آج مجبوری سے اگلا ہے۔

مخالفین ہم سے حکم کلی کی ہر جزئی پر قرآن وحدیث سے دلیل کے طالب ہوتے ہیں لہذا ہم بھی اس پر ان سے قرآن وحدیث سے دلیل کے طالب ہیں اور بس۔

برادران اسلام!

آیئے اب حدیث بخاری سنئے اور زیر بحث مسئلہ سمجھئے، بخاری شریف میں ہے:

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ مَاشِيًا وَرَاكِبًا وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَفْعَلُهُ.

"صحيح البخاري"، كتاب فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة، باب من أتى مسجد قباء كل سبت، رقم الحديث: (۱۱۹۳)، ص ۱۹۰، [طبعة دار السلام الرياض].

ترجمۂ حدیث: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد قباء میں ہر ہفتہ کے دن تشریف لے جاتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

امام بدرالدین عینی متوفی/۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

فيه دليل على جواز تخصيص بعض الأيام بنوع من القرب، وهو كذلك إلا في الأوقات المنهي عنها.

"عمدة القاري"، ۵/۵۷۳، [طبعة دار الفكر بيروت].

اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ نفلی عبادات کو بعض ایام کے ساتھ خاص کرلینا جائز البتہ جن ایام میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی عبادت کے خاص کرلینے سے منع فرما دیا ہے تو وہ اس عموم سے مستثنیٰ ہیں۔

امام ابن حجر عسقلانی متوفی لکھتے ہیں:

وفي هذا الحديث على اختلاف طرقه دلالة على جواز

تخصيص بعض الأيام ببعض الأعمال الصالحة والمداومة على ذلك.

"فتح الباري"، ٨٢/٣، [طبعة دار الحديث قاهرة].

اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ بعض اعمال کو بعض ایام کے ساتھ خاص کر لینا جائز ہے اور ان اعمال پر مداومت اور ہمیشگی کرنا بھی جائز ہے۔

امام نووی متوفی ۶۷۶ لکھتے ہیں:

فيه: جواز تخصيص بعض الأيام بالزيارة.

"صحيح مسلم بشرح النووي"، الجزء التاسع، جـ ٥، صـ ١٧١ [دار إحياء التراث بيروت].

ترجمہ: اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ بعض ایام کو زیارت کے ساتھ خاص کر لینا جائز ہے۔

امام ابو عبد اللہ مالکی، متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عبادت کے ساتھ کسی دن کو خاص کر لینا جائز ہے۔

"إكمال إكمال المعلم"، جـ ٣، صـ ٤٨٢ [مطبوعة دار الكتب العلمية

بیروت]۔

برادران اسلام!

ہم زیر بحث مسئلہ میں چند باتیں بطور وضاحت بیان کرنے سے قبل مخالفین کی بے جا مخالفت وشدت آپ کے گوش گزار کرتے ہیں یعنی وہ حضرات محض اتنی بات کہہ کر اپنے آپ کو خوش کر لیتے ہیں کہ کسی دن کا تعین وتقرر کرنا شریعت سازی وبدعت ہے اور شرح میں اس کی ممانعت ہے حالانکہ مطلقاً ایسی بات کہنا خود شریعت سازی و بدعت ہے اسی کو کہتے ہیں الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے ورنہ مخالفین بتائیں کہ شریعت مطہرہ علی صاحبها الصلاۃ والتحیۃ میں کہاں اس کی ممانعت آئی ہے؟ البتہ یہ الگ بات ہے کہ مخالفین شریعت اسلامیہ سے ممانعت دکھانے کے بجائے یوں کہیں کہ یہ ممانعت شریعت محمدیہ میں نہیں بلکہ شریعت وہابیہ میں مذکور ہے جس کا جی چاہے وہ فتاوی نذیریہ، فتاوی ثنائیہ کا مطالعہ کرے کہ ان میں تعین وتخصیص یوم کی ممانعت لکھی ہے۔

خیر! ہم تو بے جا مخالفت کے بجائے تبلیغ اصلاح کے در پے ہیں

لہذا ذکر کردہ مسئلہ کی مزید وضاحت پر چند باتیں سماعت فرمائیں:

(۱)...... اعمال مستحبہ میں دن و تاریخ کے ساتھ تقرر اور تخصیص جو عرفاً عادتاً جاری ہے اس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں ہے البتہ اس کو شریعت مطہرہ کے تقرر و تعین کے مانند نہ تصور کیا جائے یعنی یہ نظریہ نہ ہو کہ اس دن اور تاریخ کے علاوہ شرعاً یہ کام نہیں ہو سکتا ہے یا جو شخص اس دن اور تاریخ میں یہ کام نہیں کرے گا وہ گناہگار ہوگا یا اس دن اور تاریخ میں ہی یہ کام کرنا شرعاً ضروری ہے۔

ذکر کردہ نظریات رکھنے والا شریعت مطہرہ پر افتراء اور جھوٹ باندھنے والا ہے یوں ہی نظریہ رکھنا کہ اس دن تاریخ میں یہ کام جائز نہیں ہے البتہ اس کے علاوہ دن و تاریخ میں جائز ہے جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ویسے تو ایصال ثواب جائز ہے مگر کسی مخصوص دن اور تاریخ میں ایصال ثواب بدعت و ناجائز ہے تو یاد رکھئے کہ یہ نظریہ بھی باطل اور خلاف شریعت ہے اسی تخصیص عادی کو مثلاً کوئی بارہویں شب کو محفل میلاد کا انعقاد کرتا ہے حالانکہ وہ یہ نظریہ نہیں رکھتا کہ بارہویں شب کے علاوہ محفل میلاد نہیں ہو سکتا یا بارہویں شب ہی

میں محفل میلاد کرنا شرعاً ضروری ہے ورنہ گناہ ہوگا لہذا کوئی مخالف اس تخصیص عادی کو اپنے تئیں تخصیص شرعی سمجھ کر بارہویں شب میں محفل میلاد کرنے والے کو بدعتی بنادے تو یہ بھی ایک مسلمان سے بد گمانی اور باعث گناہ ہے۔

(۳)......جن اشیاء کی مشروعیت (جائز ہونا) مطلقاً (یعنی بغیر کسی قید کے) شریعت مطہرہ سے ثابت ہے ان کو مقرر کرلینا نقصان دہ نہیں ہے جبکہ اس مقرر کرنے کو شرعاً لازم وضروری نہ سمجھے مثلاً ایصال ثواب کو پورے سال کبھی بھی کیا جاسکتا ہے کیونکہ اس کی مشروعیت مطلقاً شریعت مطہرہ سے ثابت ہے اب اگر کوئی پورے سال میں چھٹی تاریخ کو یونہی گیارہویں یعنی گیارہ تاریخ کو اسی طرح بارہویں یعنی بارہ تاریخ کو ایصال ثواب کرتا ہے تو یقیناً ذکر کردہ تاریخیں پورے سال کے اندر ہیں اس سے خارج نہیں ہیں پس معلوم ہوا کہ ان تاریخوں میں ایصال ثواب کرنے کو فرض و واجب یا سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جاننا شریعت مطہرہ میں زیادتی ہے کیونکہ اگر ان تاریخوں میں ایصال ثواب کرنا فرض و

واجب یا سنت رسول ہوتا تو کتاب و سنت میں خاص ان تاریخوں سے متعلق حکم وارد ہوتا لہٰذا ہر وہ مسلمان جو ان تاریخوں کو وہ محض اپنی سہولت و آسانی اور دیگر مصالح کے سبب مقرر و خاص کر لے تو اس کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور اسی کو تقرر عرفی و عادی یا تعین عرفی و عادی کہتے ہیں۔

مذکورہ بالا معنی میں دن و تاریخ مقرر کرنے میں جو آسانی ہے وہ صاف ظاہر ہے کیونکہ وقت کی پابندی میں جس طرح کا کام انجام پایا جاتا ہے وہ مبہم رکھنے میں نہیں ہوتا کہ مبہم رکھنے میں اکثر یہ ہوتا ہے کہ آج کریں گے، کل کریں گے اور یونہی وقت گزر جاتا ہے اور کام انجام نہیں پاتا جبکہ معین کر لینے میں ایسا نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ دین و دنیا کے اکثر کاموں کے لئے دن و تاریخ اور وقت مقرر و معین کیا جاتا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے جس سے کسی ذی عقل کو مجال انکار نہیں کہ تمام کام اسی طرح بخوبی انجام پاتے ہیں لہٰذا اس بات پر غور کیجئے کہ ہر مکتب فکر کی مساجد میں اوقات نماز مقرر و معین ہوتے ہیں کہ اتنے

بجکر اتنے منٹ پر فلاں نماز ہوگی بھلا بتایئے تو سہی کیا اس طرح وقت مقرر کر کے جماعت کرانا ممنوع ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ وہ حضرات جو محفل میلاد، مجلس ایصال ثواب کو مقرر کرنے پر بدعت سیئہ و مذمومہ کا فتویٰ لگاتے ہیں وہ بھی اس پر عمل پیرا ہیں اب اسے دورنگی چال کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔

اسی طرح مدارس دینیہ میں اوقات درس، اوقات امتحان، ایام تعلیم اور ایام تعطیل وغیرہا تمام انتظامی امور منضبط اور متعین کئے جاتے ہیں تو کیا ان تخصیصات کی وجہ سے مدرسہ کی تعمیر ناجائز اور اس میں پڑھنا اور پڑھانا بدعت ہے؟ اگر ہے تو پھر مخالفین کو چاہئے کہ وہ اپنے مدارس کو منہدم کر کے بغرض اصلاح اعلان بصورت اشتہار شائع کردیں کہ نفس تعلیم تو جائز ہے مگر تخصیصات و تعینات کہ اتنے وقت سے اتنے وقت تک مدرسہ میں اسباق کی تعلیم ہوگی اور فلاں جماعت میں فلاں کتاب پڑھائی جائے گی وغیرہ وغیرہ یہ سب چیزیں بدعت ہیں اور بدعت اور گمراہی دخول جہنم کا باعث ہے لہذا اس مقرر و معین طرز پر چلنے والے تمام مدارس ڈھا دینے ہی کے قابل

ہیں جو دخول جہنم کا آلہ بنے ہوئے ہیں البتہ اگر کوئی مدرسہ ایسا ہوتو اسے قائم رکھا جائے جس میں تعلیم کا سلسلہ یوں جاری ہو کہ نہ وقت مقرر رہو اور نہ کوئی کتاب متعین ہو اور نہ ہی کوئی ضابطہ و قاعدہ ہو، کبھی پڑھنے والوں میں سے بعض صبح کو آجائیں اور بعض شام کو اور کبھی بعض دوپہر کو آجائیں اور بعض رات کو اسی طرح پڑھانے والے حضرات بھی اس روش کو اختیار کریں یونہی کسی دن علم صرف کی کتاب ہو تو کسی دن علم نحو کی اور کسی رات حدیث کی کتاب ہو تو کسی رات تفسیر کی کتاب ہو اور یہ سب امور بھی ترتیب کے ساتھ نہ ہوں ظاہر ہے کہ ذکر کردہ صفات کا حامل مدرسہ ملت اسلامیہ میں تو مفقود ہے البتہ ملت وہابیہ میں ایسا کوئی مدرسہ ہو تو اشتہار میں اس کا پتہ اور محل وقوع بھی دے دیں تاکہ اس کی زیارت کی جا سکے اور اگر مخالفین کے مدارس کا ایسا حال نہیں ہے جیسا کہ لکھا گیا ہے بلکہ ان کے مدارس میں بھی ذکر کردہ تمام امور وقت کے تقرر و تعین کے ساتھ انجام پا رہے ہیں تو یقیناً وہ خود اپنے اصول پر بدعتی بن رہے ہیں اب مخالفین جنہوں نے امام مالک الرحمہ کے افعال سے استدلال کرنے

پر ہم پر (کہیں کی اینٹ، کہیں کا روڑا۔ بھان متی نے کنبہ جوڑا) کہہ کر چھبتی کسی تھی ان کی مثال ایسی ہے جیسے (اپنا ٹینٹ نہ نہارے اور کی پھلی دیکھے) اگر ہم چاہتے تو اس موقع پر یہ مثل بھی بیان کر سکتے تھے کہ (اپنی جوتی اپنا سر) مگر ہم نے اس سے احتراز کیا۔

بہر حال مخالفین کا سب کچھ کرنے کے باوجود بھی بدعت بدعت کی رٹ لگانا غمازی کرتا ہے کہ ان کا بدعت سے ایسا گہرا رشتہ ہے جو ٹوٹنے والا نہیں اور یہ ایسے ہی ہے جیسے کہا جاتا ہے (کہیں ناخن سے بھی گوشت جدا ہو) ہوسکتا ہے کہ مخالفین کہیں کہ بلاشبہ ہمارے مدارس میں بھی ذکر کردہ تخصیصات رائج ہیں مگر ہم ان تخصیصات کو شرعیہ نہیں سمجھتے تو مخالفین ہمیں آگاہ کریں کہ ہماری کونسی معتبر و مستند کتاب ہے جس سے ان کو یہ بات سوجھی ہے کہ ہم محفل میلاد مجلس ایصال ثواب وغیرہ کے لئے دن و تاریخ کے تقرر و تخصیص کو شرعی سمجھتے ہیں؟ اگر ہماری کسی معتبر و مستند کتاب میں ایسی بات نہیں ہے اور ہرگز نہیں ہے تو کیا مخالفین کو الہام ہوا ہے کہ ہم ان کو تخصیصات شرعیہ سمجھتے ہیں؟ اگر الہام ہوا ہے تو یہ بات واضح ہے کہ

غیر نبی کا الہام ظنی ہوتا ہے اس سے ظاہر ہوا کہ انہوں نے محض ظن سے کام لیتے ہوئے امت مسلمہ کے افراد کثیرہ سے بدگمانی کی ورنہ بصورت دیگر اسے الزام تراشی کہا جائے گا۔

اور اگر مخالفین یہ کہیں کہ فلاں کام کے ذریعے انہوں نے تخصیص شرعی کو جانا ہے تو یہ صدایا آہ وبکا ہمارے نزدیک آواز کلاغ سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی ورنہ مخالفین خود بتائیں کہ اگر فلاں کے ذریعے معلوم ہوا کہ ایک غیر مقلد نے چوری کی ہے تو کیا اس پر یہ کہنا درست ہوگا کہ غیر مقلدین کے نزدیک چوری کرنا جائز ہے اور چوری کرنے کو جائز سمجھنا غیر مقلدین کا نظریہ ہے؟ ہم تو ایسی عیارانہ روش کو فسادیوں کے فساد سے تعبیر کرتے ہیں کیونکہ کسی جماعت کا نظریہ اس جماعت کے معتمد و مستند علماء کی معتبر و مستند کتاب سے سمجھا جاتا ہے ایسا نہیں ہے کہ اس جماعت کے کسی نام لیوا کے خود ساختہ نظریہ کو اس جماعت کا نظریہ بنا دیا جائے اگرچہ دونوں کے درمیان زمین وآسمان کا فرق ہی کیوں نہ ہو۔

(۳)......جن کاموں کی تخصیص وتعیین شریعت مطہرہ نے کردی

ہے تو وہ خارج از بحث ہیں یہاں گفتگو ان کے علاوہ دیگر کاموں سے متعلق ہے لہذا جاننا چاہیے کہ تخصیص ممنوع ہے کہ شریعتِ مطہرہ میں تو کسی کام سے متعلق حکم مطلق ہو یعنی جب چاہیں جس وقت چاہیں وہ کام کیا جا سکتا ہے سوائے ان اوقات کے جن میں اس کام کے کرنے کی ممانعت آئی ہو اب اگر کوئی شخص اس کام کو کرنے کے لئے کسی دن یا تاریخ کو اس کے ساتھ اس طرح خاص کر دے کہ اس کے علاوہ اور کسی دن یا تاریخ میں یہ کام شرعاً نہیں کیا جا سکتا اگر کوئی کرے گا تو گناہ گار ہوگا یا اس دن اور تاریخ میں یہ کام کرنے پر ثواب ملے گا اور اگر کسی دوسرے دن یا تاریخ میں یہ کام کرے گا تو ثواب نہیں ملے گا تو بلا شبہ ایسی تخصیص ممنوع اور نا جائز ہے۔

اسی طرح کوئی یہ کہے کہ اگر کسی شخص نے چھٹی، گیارہویں یا بارہویں تاریخ میں یہ کام کیا تو وہ بدعتی ہوگا اور یہ کام نا جائز اور باعث گناہ ہوگا تو ایسی بات کہنے والا بھی شریعتِ مطہرہ میں زیادتی کرنے والا اور بدعتی ہوگا کیونکہ شریعتِ مطہرہ نے ذکر کردہ ان تاریخوں میں اس کام سے نہ تو روکا ہے نہ منع کیا ہے اور نہ ہی گناہ

قرار دیا ہے پس اس کے باوجود کوئی صاحب اس کام کو ان تاریخوں میں باعث گناہ بتانے اور منع کرنے سے مقرر و متعین کرے گا تو وہ بھی شریعت مطہرہ پر افتراء اور جھوٹ باندھنے والا ہوگا کیونکہ شرعاً تو یہ کام ہر دن اور تاریخ میں جائز تھا مگر اس عقل سے عاری صاحب نے اس کام کو کسی دن اور تاریخ میں جائز سمجھ لیا اور کسی دن اور تاریخ میں ناجائز پس صاف ظاہر ہے کہ ایسی تخصیص بھی ممنوع اور ناجائز ہے۔

(۴)......اسی طرح تیجا، دسواں، چالیسواں، گیارھویں اور بارھویں وغیرہا کو محض دن اور تاریخ کے ساتھ مقرر و معین کرنے کی وجہ سے مطلقاً حرام کہنا شریعت مطہرہ میں زیادتی ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے مخالفین بھی ان ایام و تواریخ میں ایصال ثواب کو حرام کہتے ہیں لہذا اس سلسلے میں پہلی بات یہ ہے کہ شمسی سال تین سو پینسٹھ (۳۶۵) دن کا ہوتا ہے اور شریعت مطہرہ نے ان تمام دنوں میں ایصال ثواب جائز رکھا ہے بقول مخالفین اگر ہم نے ذکر کردہ پانچ دنوں میں ایصال ثواب کو جواز کے ساتھ خاص کردیا ہے تو

انہوں نے بھی ان پانچ دنوں میں ایصال ثواب کو حرام قرار دے کر جہاں ان پانچ دنوں کو ممانعت سے خاص کیا ہے وہاں بقیہ تین سو ساٹھ (۳۶۰) دنوں کو جواز ایصال ثواب سے خاص کر دیا ہے مگر حیرت ہے کہ ہم تو صرف پانچ دن خاص کرنے کے سبب بقول مخالفین بدعتی کہلائیں اور خود وہ دوہری یعنی پانچ دنوں کی ممانعت سے اور تین سو ساٹھ دنوں کی جواز سے تخصیص کرنے کے باوجود پکے اہلحدیث کہلائیں۔ اِن ھذا اِلا اختلاق۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب مخالفین نے ذکر کردہ پانچ تاریخوں کو ایصال ثواب کی تحریم (یعنی ایصال ثواب کے حرام کرنے) کے لئے معین کرلیا اور ظاہر ہے کہ ان پانچ تاریخوں میں ایصال ثواب کو حرام قرار دینا کوئی تعین عرفی و عادی تو ہے نہیں کہ مخالفین کی جان چھوٹ جائے بلکہ یہ تعین شرعی ہے کیونکہ وہ ان تاریخوں میں ایصال ثواب کرنے کو بدعت و گمراہی اور شرعاً حرام کہتے ہیں لہٰذا وہ یہ بھی بتائیں کہ اس شرعی حرمت اور تعین شرعی پر ان کے پاس کتاب و سنت سے کون سی صحیح اور صریح دلیل ہے۔ بلاشبہ مخالفین کی یہ تعیین بدعت

سیئہ ہے کہ انہوں نے سال کے (۳۶۵) دنوں میں سے (۳۶۰) دنوں کو ایصال ثواب کے جواز کے لئے اور باقی (۵) دنوں کو حرمت کے لئے معین کرلیا ہے اور ایسی تعیین بہر حال تعیین شرعی ہے اور حکم مطلق میں ایسی بلا دلیل تعیین شرعی کے بدعت سیئہ ہونے میں کسی اہل علم کو تو شبہ نہیں ہوسکتا البتہ جاہل یا تجاہل عارفانہ سے کام لینے والے کی بات ہی دوسری ہے اب مخالفین جوش میں نہیں ذرا ہوش میں آ کر جواب دیں کہ حکم مطلق میں تعیین شرعی بلا دلیل ہم نے کی ہے یا خود انہوں نے، اسی کو کہتے ہیں کہ (الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے)

برادران اسلام!

سلسلہ مذکورہ میں مزید وضاحت کے لئے فی الحال آخری بات یہ ہے کہ کہ مثلاً صلاۃ وسلام پڑھنے کا حکم مطلق ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾

[الأحزاب : ٥٦].

ترجمہ: اے ایمان والو! ان (نبی علیہ السلام) پر درود اور خوب

سلام بھیجو۔

اس فرمان الٰہی میں صلاۃ وسلام پڑھنے کا حکم مطلق ہے نہ کسی خاص صیغہ کی قید ہے اور نہ ہی کسی خاص ہیئت وحالت کی قید ہے لہذا ہراس صیغے کے ساتھ صلاۃ وسلام پڑھنا جس کا اطلاق صلاۃ وسلام پر درست اور صحیح ہو اس کی اجازت اس فرمانِ الٰہی کے تحت ہوگی، یونہی بیٹھ کر پڑھے یا کھڑے ہو کر ہر دو حالت میں پڑھنے کا جواز اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے تحت ہوگا اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اس فرمان عالیشان میں نہ کسی خاص تعداد کی قید ہے اور نہ ہی کسی خاص وقت کی قید ہے لہذا جس تعداد اور جس وقت میں صلاۃ وسلام پڑھا جائے گا وہ اس حکم الٰہی کے تحت ہو گا اب اگر کوئی یہ قید لگائے کہ یہ درود وسلام پڑھو وہ نہ پڑھو یا بیٹھ کر پڑھو، کھڑے ہو کر نہ پڑھو یا اتنی تعداد میں پڑھو، اتنی تعداد میں نہ پڑھو، یا اس وقت پڑھو اس وقت نہ پڑھو تو اس قید لگانے والے سے پوچھا جائے گا کہ یہ قید اللہ نے لگائی ہے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اگر وہ قید کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرے تو قرآن سے اور اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

طرف کرے تو حدیث سے اس دعویٰ پر دلیل طلب کی جائے پھر اگر وہ اس قید پر دلیل نہ دے سکے اور ہرگز نہ دے سکے گا تو اس سے اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ ہم کو اس من گھڑت قید کے مطابق عمل کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے بلکہ ہم پر یہ لازم کیا گیا ہے کہ ہم اس قید کے مطابق عمل کریں جو اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے لگائی ہے اور ساتھ ہی اس قید لگانے والے سے یہ بھی پوچھ لیا جائے کہ جو قید، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں لگائی ہے تو اس کو وہ قید لگانے کا اختیار کس نے دیا ہے؟ اور اس فرمانِ الٰہی جو مطلق ہے اس میں خودساختہ قید لگانے کی جرات کیوں کر کی ہے؟

یہاں سے ان مخالفین کی تردید ہوگئی ہے جو کہتے ہیں کہ صرف درودِ ابراہیمی پڑھو اس کے سوا کوئی درود نہ پڑھو، مخالفین کے نزدیک درودِ ابراہیمی کی یہ تخصیص اگر نماز کے ساتھ ہے تو ہم بھی اس کے منکر نہیں کیونکہ خود صاحب قرآن محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے درودِ ابراہیمی کی نماز کے ساتھ تخصیص فرمائی ہے باقی رہی یہ بات کہ

نماز کے علاوہ بھی صرف درود ابراہیمی ہی پڑھو تو جاننا چاہیے کہ ایسی بات کہنے والے درحقیقت تخصیص شرعی کے دعویدار ہیں اور ہم اس پر دلیل کے طلبگار ہیں لہٰذا مخالفین بتائیں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے یا اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز کے علاوہ درودِ ابراہیمی پڑھنے کی تخصیص فرمائی ہے اگر اس پر دلیل ہے تو بیان کریں ورنہ کچھ تو شرم کریں کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز کے سوا درودِ ابراہیمی کی تخصیص نہیں فرمائی ہے بلکہ درود پڑھنے کے حکم کو مطلق رکھا ہے تو وہ کس منہ سے اور کس بل بوتے پر نماز کے علاوہ بھی درودِ ابراہیمی پڑھنے کی تخصیص کر کے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم میں دخل اندازی کا جرم کرتے ہیں مگر اس کے باوجود کتاب وسنت ہی پر عمل کا دعویٰ کرتے ہیں کیا یہ (اپنے منہ میاں مٹھو) بننے کے مترادف نہیں ہے اس پر ہم تو اتنا ہی کہہ دینا کافی سمجھتے ہیں کہ (یہ منہ اور مسور کی دال)۔

چلئے کیوں بات بڑھائی ہے اگر مخالفین یہ کہیں کہ وہ نماز کے علاوہ درودِ ابراہیمی پڑھنے کی تخصیص نہیں کرتے البتہ اس کے پڑھنے

کی ترغیب دیتے ہیں کیونکہ درودِ ابراہیمی افضل درود ہے۔

تو جاننا چاہیے کہ ہم بھی درودِ ابراہیمی کی فضیلت کے منکر نہیں ہیں چونکہ ہمارا یہ موضوع نہیں ہے یہاں بیان وضاحت میں درودِ ابراہیمی کا ذکر آ گیا ہے لہذا تفصیل میں جانے کے بجائے صرف چند باتیں بیان کی جاتی ہیں:

اولاً......مخالفین درود ابراہیمی پڑھنے کی ترغیب میں اپنا انداز تبلیغ بدلیں۔

ثانیاً......درود ابراہیمی کو افضل (سب سے اچھا، بہت بہتر) کہنے سے واضح ہو گیا کہ دوسرے بھی سب سے اچھے اور بہت بہتر نہیں تو اچھے اور بہتر ضرور ہیں۔

ثالثاً......درودِ ابراہیمی کے افضل ہونے سے مفضول یعنی دوسرے درود پڑھنے کا جواز ثابت ہو گیا ہے کیونکہ مُفَضَّلُ (فضیلت دیا گیا) کے اثبات سے مُفَضَّل علیہ (وہ جس پر کسی کو فضیلت دی گئی ہو) کی فضیلت کا بالکلیہ معدوم اور ختم ہونا لازم نہیں آتا جیسے نفل نماز کھڑے ہو کر نماز پڑھنا افضل ہے بیٹھ کر نفل نماز پڑھنے سے لہذا

نفل نماز کی بیان کردہ پہلی صورت مُفَضَّل اور دوسری صورت مُفَضَّل علیہ ہے۔

رابعاً..... درودِ ابراہیمی کے افضل ہونے سے درود ابراہیمی اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا درود، ہر دو کے پڑھنے کا اختیار ثابت ہوگیا یعنی دونوں میں سے جسے چاہیں اختیار کریں، شرعاً اس پر کوئی اعتراض نہیں جیسے کھڑے ہوکر نفل نماز پڑھنا افضل ہے بیٹھ کر نفل نماز پڑھنے سے، اب نمازی کو اختیار ہے جسے چاہے اختیار کرے شرعاً اس پر کوئی اعتراض نہیں اس کے باوجود کوئی شریعت مطہرہ پر جرات کرتے ہوئے اعتراض کرے تو وہ خود ساختہ ذاتی اعتراض ہوگا جس کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں ہے ہاں یہ بات ضرور ہے کہ کھڑے ہوکر نفل نماز پڑھنا افضل ہے کہ (جتنا گڑ ڈالو اتنا ہی میٹھا ہوتا ہے)۔

خامساً..... مسائل تو کثیر ہیں بفضل اللہ تعالیٰ سو بھی بیان کیے جاسکتے ہیں لیکن بخوف طوالت یہاں صرف دو بیان کیے جاتے ہیں:

(۱) عمامہ باندھ کر نماز پڑھنا افضل ہے بغیر عمامہ کے نماز پڑھنے سے۔

(۲) عورت کا گھر کی کوٹھری میں نماز پڑھنا افضل ہے مسجد میں نماز پڑھنے سے۔

ان دونوں عمل میں افضلیت والی بات بالائے طاق رکھ کر آخر درودِ ابراہیمی میں کیوں افضلیت والی بات اس قدر رشد و مد کے ساتھ بیان کی جاتی ہے؟ مخالفین دل کی حقیقت بیان کریں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں ضرور حاضری ہوگی جو علیم بذات الصدور ہے۔

اگر حقیقت دل بیان کرتے ہوئے خجالت آڑے آرہی ہے تو خیر چھوڑیئے! ہم ان سے یہی پوچھ لیتے ہیں کہ خارج نماز درودِ ابراہیمی کا پڑھنا افضل کیوں ہے؟ اس سوال پر اگر مخالفین یہ جواب دیں کہ درودِ ابراہیمی زبان نبوت سے ادا ہوا ہے نیز یہ درود اہم و اعظم عبادت نماز میں بھی پڑھا جاتا ہے تو اس جواب پر ہم ان کو (جتنی دیگ اتنی خرچن) کے تحت مشورہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ "السلام عليك أيها النبيّ" جو اصل میں "السلام عليك يا نبي الله" تھا، كما لا يخفى على أولى النهى.

ذکر کردہ سلام زبان رسالت سے ادا ہوا ہے نیز یہ سلام اہم و

اعظم ہے عبادت نماز میں بھی پڑھا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود مخالفین اس سلام کے پڑھنے کی ترغیب دیتے ہوئے نظر نہیں آتے اور نہ ہی ان کا پڑھنا سنائی دیتا ہے ہوسکتا ہے کہ اس میں ہماری آنکھوں یا کانوں کا قصور ہو یا مخالفین کا یہی دستور ہے کہ اپنا الو سیدھا کرنا بہر حال نماز کے علاوہ درود ابراہیمی پڑھنے کی تخصیص شرعی کا دعویدار بدعت مذمومہ کا مرتکب اور گناہ گار اور حکم الٰہی کا مخالف ہونے کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کا بھی مخالف ہے چنانچہ امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ: قَالُوا: حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرًا)).

"صحيح مسلم"، كتاب الصلاة، باب الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم بعد التشهد، رقم الحديث: [٩١٢] ٧٠-(٤٠٨)، [طبعة دار السلام الرياض].

ترجمۂ حدیث: حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے''۔

نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے اس فرمان میں بھی دیگر قیود کے علاوہ کسی خاص صیغے کی قید بھی نہیں ہے بلکہ مخالف کی بات صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بھی خلاف ہے۔ چنانچہ ''نسیم الریاض میں ''ابن ماجہ' بیہقی' دیلمی اور دار قطنی'' کے حوالے سے مروی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

: إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَحْسِنُوا الصَّلَاةَ عَلَيْهِ.

"نسيم الرياض في شرح شفاء القاضي عياض"، الباب الرابع من القسم الثاني في حكم الصلاة عليه والتسليم، فصل في كيفية أي بيان ألفاظ الصلاة عليه، جـ٥، صـ٥٠٦ [دار الكتب العلمية بيروت]

ترجمہ: ''جب تم ان (نبی علیہ السلام) پر درود بھیجو تو بہت اچھے صیغوں سے بھیجو۔''

سنن ابن ماجہ پر اس حدیث کا متن یہ ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: إِذَا صَلَّیْتُمْ عَلٰی رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَأَحْسِنُوا الصَّلَاۃَ عَلَیْہِ.

سنن ابن ماجۃ، کتاب إقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا، باب الصلاۃ علی النبي صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم، رقم الحدیث: (۹۰۶)، صـ۱۵٦ [دار إحیاء التراث العربي بیروت].

معلوم ہوا کہ نماز کے علاوہ درودِ ابراہیمی کی تخصیص شرعی کرنے والا قرآن وحدیث اور اثرِ صحابی کے خلاف بات کرنے کے ساتھ ساتھ محدثین کرام اور دیگر اولیاءِ عظام وعلماءِ اسلام پر بھی اعتراض کرنے والا ہے کیونکہ ان حضرات نے درودِ ابراہیمی کے علاوہ دوسرے درود لکھے ہیں اور پڑھے بھی ہیں اگر مخالفین چاہیں تو کم از کم ''فضل الصلوات علی محمد سید السادات'' (از حضرت علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی علیہ الرحمہ) کا مطالعہ کرلیں ہم نے اس سلسلے میں علامہ جزولی کی تصنیف لطیف ''دلائل الخیرات'' کا مطالعہ کرنے کی پیشکش نہیں کی کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ان کے نزدیک اس کتاب کا رکھنا

اور پڑھنا شرک ہو؟ یا اس جرم میں ان کے برادر معنوی یوم سعود کی محفل میں ان کی شرکت پر پابندی لگا دیں۔

البتہ ہم مخالفین سے یہ بات ضرور کہیں گے کہ میلاد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر زبان دراز کرنے والو! یوم سعود میں شرکت کرنے والو! یوم سعود منانے پر کیا تمہاری زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں یا تمہیں سانپ سونگھ جاتا ہے؟ تم اپنا حال خود ہی جانو ہم تو وہی کہتے ہیں جو امام اہلسنت اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

رہے گا یونہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

برادران اسلام!

بات دوسری جانب چلی گئی اصل مسئلہ یہ تھا کہ کسی کام کو مقرر و متعین کرنا جیسا کہ مسلمانوں میں اس کا عرف اور عادت جاری ہے یہ بدعت مذمومہ وسیئہ ہے یا نہیں لہذا ہم درود شریف پڑھنے کے حکم کے تحت ایک بات بیان کرتے ہیں سماعت فرمائیے:

درود شریف پڑھنے کا حکم مطلق ہے اب اگر کوئی مسلمان روزانہ

یا ہر جمعہ کو بعد نماز عشاء پابندی سے (۳۱۳) مرتبہ درود شریف پڑھنے کی عادت بنالے تو بلاشبہ یہ کار ثواب اور ماموربہ (جس کا حکم دیا گیا) کی ادائیگی ہوگی کیونکہ عام اصول ہے کہ حکم مطلق کے کسی بھی فرد کا ادا کرنے والا، ماموربہ کا ادا کرنے والا ہے البتہ یہ بات خلاف شرع ہوگی کہ ہر روز یا ہر جمعہ بعد نماز عشاء (۳۱۳) مرتبہ درود شریف پڑھنا، فرض، واجب یا سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے لئے ایک خاص دلیل درکار ہے البتہ جواز اور حکم مطلق سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہ اس میں دن یا وقت یا تعداد کی کوئی قید نہیں ہے لہٰذا جس دن' جس وقت اور جتنا درود شریف چاہے پڑھے کہ یہ باعث ثواب ہے اور دن' وقت اور تعداد کو مقرر کرنا' آسانی و سہولت اور دیگر کسی مصلحت کی بناء پر ہوتا ہے یہ نظریہ نہیں ہوتا کہ یہ دن، وقت اور تعداد شرعاً لازم و مقرر ہیں۔

کتاب و سنت اور تقریر اصولی اور وضاحت سے شمس و امس کی طرح اظہر و ازہر ہوا کہ درود شریف کا ذکر کردہ وظیفہ جائز اور کار ثواب ہے اس کے باوجود اگر مخالفین یہ کہیں کہ روزانہ یا ہر جمعہ کو بعد

نماز عشاء (۳۱۳) مرتبہ درود شریف پڑھنا بدعت سیئہ اور گمراہی ہے کیونکہ اگر یہ کام باعث ثواب تھا تو پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیوں نہیں کیا؟ اسی طرح صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمان غنی اور علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کیوں نہیں کیا؟ یوں ہی امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد نے کیوں نہیں کیا؟ اس پر ہم اتنا کہہ دینا کافی سمجھتے ہیں کہ ذکر کردہ درود شریف کے وظیفہ کے عامل پر مطلقاً بدعت سیئہ اور گمراہی کا فتوی جڑ دینا ایک عقل سے عاری شخص ہی کا کام ہو سکتا ہے کسی عاقل کا اس سے بھلا کیا تعلق نیز مخالفین یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ ہر جائز کام نہیں ہوگا بلکہ بدعت و گمراہی ہوگا۔ اگر بات ایسی ہے ہے تو مخالفین اپنے تمام کاموں کی فہرست بنا کر غور و فکر کر لیں آیا ان تمام کاموں کا عملی ثبوت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین وائمہ مجتہدین سے ملتا ہے؟ ہمیں امید واثق ہے کہ اس وقت ان کی اس بات کی قلعی کھل جائے گی جسے اصول موضوعہ سے لیپا پوتا گیا تھا۔

برادران اسلام!

اب ہم آپ کی توجہ اس سلسلہ کی طرف مبذول کراتے ہیں جسے مخالفین نے میلاد شریف کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے بڑے جذباتی انداز میں یوں جوڑا تھا کہ کیا رسول اللہ نے میلاد منایا تھا؟ کیا خلفاء راشدین نے میلاد منایا تھا؟ کیا چاروں اماموں نے میلاد منایا تھا؟ (یہ مخالفین کی گفتگو کا خلاصہ ہے)۔

لیکن مخالفین کا یہ سلسلہ کلام زیادہ نہیں چل سکا چنانچہ انہوں نے جذبات سے بے دم ہوتے ہوئے یہ سلسلہ توڑ دیا اور پھر فریب کاری کا جوڑ لگاتے ہوئے یوں کہا کہ سب سے پہلے جشن میلاد کو رائج کرنے والا مظفر نامی بادشاہ تھا جو جاہل اور بے دین تھا

برادران اسلام!

پہلے ہم مخالفین کے سلسلہ کلام کو توڑنے اور پھر اسے جوڑنے کا راز آپ کے گوش گزار کرتے ہیں پھر مخالفین کی ذکر کردہ دونوں باتوں کا جواب دے کر آخر میں ان کے سلسلہ کلام کو جسے انہوں نے توڑا تھا اسے علماء اسلام اور مخالفین کے معتمد علماء کے اقوال سے جوڑیں گے۔

سامعین کرام! شاید آپ مخالفین کا سلسلہ کلام کو توڑنے اور جوڑنے میں کیا راز ہے؟ اس کے جاننے کے لئے بے چین ہوں گے۔

لیجئے! پہلے ہم اس راز سے پردہ اٹھاتے ہیں، دراصل سلسلہ کلام کو توڑنے کی وجہ یہ تھی کہ اگر مخالفین اپنے سلسلہ کلام کو تیرھویں صدی ہجری تک جاری رکھتے تو انہیں علماء اسلام کے وہ وہ اقوال بیان کرنے پڑتے جن سے محفل میلاد کے جواز و استحباب پر بھرپور روشنی پڑتی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ بات ان کے خلاف جانے کے ساتھ ساتھ ان کے لئے باعث خجالت بھی ہوتی یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے سلسلہ کلام کو جاری نہ رکھ سکے پس ان کی شرم اگر حق گوئی کے لئے آڑ بن گئی تو وہ اس بے جا شرم میں شرمندہ ہوتے رہیں۔

بہر حال ہم عنقریب اس سلسلے کو جسے انہوں نے توڑا ہے ضرور جوڑیں گے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ) باقی رہا یہ انداز خطابت کہ حضرات قدسیہ کے اسماء ذکر کر کے اس جملے کی تکرار کرتے رہنا کہ کیا انہوں نے میلاد منایا؟ کیا انہوں نے میلاد منایا؟ اس پر ہم کہتے ہیں کہ کیا

مخالفین، متقدمین کے نام ذکر کر کے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ چونکہ ان حضرات قدسیہ نے یہ کام نہیں کیا لہذا اس کا کرنا بدعت و گمراہی اور دخول جہنم کا باعث ہے اگر ان کا یہی گمان فاسد ہے تو ذرا ہوش سے بتائیں کہ علی الاطلاق یہ قاعدہ اور ضابطہ کیا قرآن نے بیان کیا ہے یا حدیث میں آیا ہے اگر اس پر کوئی نص صریح اور دلیل صحیح ہے تو بیان کریں ورنہ تسلیم کریں کہ یہ قاعدہ من گھڑت اور اختراعی ہے ہاں اگر مخالفین یہ کہیں کہ یہ قاعدہ تو صرف اہلحدیث حضرات کے لئے گھڑا گیا ہے دوسروں کے لئے نہیں تو ہمیں اس پر کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا البتہ یہ کہیں گے کہ یہاں اہل حدیث سے اصل اہل حدیث تو مراد نہیں ہوسکتے ہیں اگر خود ساختہ اہلحدیث مراد ہوں تو یہ بعید نہیں کیونکہ ایسے اصول موضوعہ کا صدور ان ہی کے قبور نما صدور سے ہوسکتا ہے۔

فی الحال ہم بطور اختصار مخالفین کے طرز بیان پر اصول کے تحت گفتگو کرتے ہیں اور اہل علم کا یہی طریقہ ہے کہ وہ اصول کے دائرے میں کلام کرتے ہیں جبکہ اس کے برعکس قرآن حکیم کی آیات

اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث پڑھ کر پھر اپنی من مانی اور بے اصولی تفسیر وتشریح کرنے کی روش جہالت یا تجاہل عارفانہ پر مبنی اور کتاب وسنت سے بے راہ روی ہے۔

اب ہم مخالفین کی ذکر کردہ بات پر چند گزارشات بیان کرتے ہیں

اولاً......اگر کسی کام کا کرنا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ وائمہ سے منقول نہ ہوتو اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ انہوں نے یہ کام کیا ہی نہ ہو البتہ یہ فائدہ ضرور حاصل ہوگا کہ احادیث و آثار میں اس کام کا کرنا بیان نہیں ہوا نہ یہ کہ اس کام کا نہ کرنا بیان ہوا ہے جیسا کہ مخالفین نے سمجھ لیا ہے لہذا مخالفین اگر سچے ہیں تو بتائیں کہ کس حدیث رسول یا اثر صحابی میں یہ بیان آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میلاد نہیں منایا ہے؟ ہماری طرف سے مخالفین کو اجازت ہے کہ وہ تمام کتب احادیث وآثار کا مطالعہ کر کے ایک ایسی حدیث یا اثر بحوالہ بیان کردیں جس میں یہ مذکور ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی

صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہو کہ ہم نے میلاد نہیں منایا یا ہم میلاد نہیں مناتے ہیں باقی رہی اصول کی بات تو سنئے تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

عدم الوجدان لا یدل علی عدم الوجود.

"التفسیر الکبیر"، [البقرۃ: ٨١] جـ١، صـ٥٦٩ [طبعۃ دار إحیاء التراث بیروت].

ترجمہ: یعنی کسی چیز کا نہ پایا جانا اس کے نہ ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔

فتح القدیر میں ہے:

عدم النقل لاینفی الوجود.

"شرح فتح القدیر"، کتاب الطہارات، جـ١، صـ٢ [دار الکتب العلمیۃ بیروت].

یعنی کسی چیز کے منقول نہ ہونے سے اس کی نفی نہیں ہوتی ہے۔

ثانیاً...... بر سبیل تنزل بقول مخالفین نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میلاد نہیں منایا لیکن اصول میں سے ایک اصل یہ بھی ہے کہ کسی کام کا نہ کرنا الگ بات ہے اور کسی چیز سے منع کرنا الگ بات

ہے۔پس معلوم ہوا کہ وہ کام ممنوع ہے جس سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع کیا ہے لیکن وہ کام مطلقاً ممنوع نہیں ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ کیا ہو۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَمَا آتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا﴾[الحشر: ۷]

ترجمہ: اور رسول جو تمھیں دیں تو وہ لے لو اور جس چیز سے روکیں تو اس چیز سے رک جاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے یوں نہیں فرمایا کہ ما فعل الرسول فخذوہ وما لم یفعل فانتھوا یعنی جس کام کو رسول نے کیا اسے تو کرلو اور جو کام نہیں کیا اس سے رک جاؤ لہٰذا مخالفین زیادہ بات بنانے کے بجائے ایک ایسی قرآن کی آیت یا کوئی حدیثِ رسول بتائیں جس میں اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میلاد منانے سے منع کیا ہو اگر ایسی بات نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو فرمان الٰہی پر غور کریں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُکُمُ الْکَذِبَ ھٰذَا حَلَالٌ

وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ﴾ [النحل: ۱۱۶]

ترجمہ: اور جھوٹ نہ بولو جن کے بارے میں تمہاری زبانیں بیان کرتی ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے اس طرح تم اللہ تعالی پر جھوٹا افتراء باندھو گے، بے شک جو لوگ اللہ تعالی پر جھوٹے بہتان تراشتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔

ثالثاً...... مخالفین نے جن ذوات قدسیہ سے میلاد منانے کی نفی کی ہے اس سے مراد نفس میلاد منانے کی نفی ہے یا مروجہ اور بہیئت کذائیہ میلاد منانے کی نفی ہے اگر نفس میلاد منانے کی نفی ہے تو یہ درست نہیں جیسا کہ ہم میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شرعی حیثیت کے ماتحت بیان کریں گے اور اگر مروّجہ میلاد منانے کی نفی ہے تو پہلے وہ اس بات کا اقرار کریں کہ ان ذوات قدسیہ نے نفس میلاد منایا ہے پھر یہ بتائیں کہ مروّجہ میلاد منانے میں ایسی کون سی چیز ہے جو خلاف شرع ہے؟

رابعاً...... مخالفین، ذکر کردہ حضرات قدسیہ سے میلاد منانے کی

نفی کر کے کون سا حکم ظاہر کرنا چاہتے ہیں؟ جواز کا یا عدم جواز کا۔

ہمارے خیال میں تو مخالفین اس سے میلاد منانے کے عدم جواز یعنی ناجائز ہونے کا حکم ظاہر کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اگر برسر منبر میلاد منانے کے جائز ہونے کا حکم ظاہر کریں گے تو ان کی برادری انہیں زیر منبر نہیں بلکہ خارج مسجد کر دے گی بہر حال وہ داخل مسجد ہوں یا خارج مسجد ہمیں اس سے کیا بحث اصل بات تو یہ ہے کہ کسی کام کے نہ کرنے سے اس کا ناجائز ہونے کی دلیل پکڑنا یہ بھی اصول کے خلاف ہے چنانچہ امام قسطلانی متوفی ۹۱۱/ھ لکھتے ہیں:

الفعل یدل علی الجواز عدم الفعل لایدل علی المنع.

"الفتاوی الرضویة" (بحوالة "المواهب اللدنیة") جـ ۲۶، صـ ۵۴۳، [مطبوعۂ رضا فاؤنڈیشن لاہور]

یعنی فعل (کرنا) جواز پر دلالت کرتا ہے عدم فعل (نہ کرنا) منع پر دلالت نہیں کرتا۔

پس واضح ہوا کہ مخالفین نے اصول کے بالکل برعکس بات کی ہے کیا اہل حدیث کا یہی طریقہ ہے کہ نہ کرنے کو منع ٹھہرا لیا۔

مخالفین نے خاص طور پر امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ تعالی علیہ کا نام ذکر کرتے ہوئے کہا: کیا امام ابوحنیفہ نے میلاد منایا تھا؟

مخالفین کا اس بات کو بیان کرکے احناف کو الزام دینا مقصود ہے کہ تم تو امام ابوحنیفہ کی تقلید کرتے ہو پھر بھی میلاد مناتے ہو حالانکہ تمہارے امام نے تو میلاد منایا ہی نہیں۔

یوں لگتا ہے کہ مخالفین نے ابھی تک تقلید کا مطلب نہیں سمجھا یا کسی نے ان کو سمجھایا نہیں یا ہوسکتا ہے کہ سمجھایا تو ہو مگر انہوں نے سمجھا نہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ سمجھایا ہی غلط ہو تو پھر سمجھنے میں کیا قصور چنانچہ فتاویٰ ثنائیہ [مطبوعہ اسلامی پبلشنگ ہاؤس لاہور] ج۱، ص ۴۵۷ پر لکھا ہے کہ صحیح بخاری میں بھی ایک ایسی (یعنی سینے پر ہاتھ باندھنے کی) حدیث آئی ہے حالانکہ ہمارے پاس صحیح بخاری کے مختلف مطابع کی کئی عربی اور مترجم مطبوع نسخے موجود ہیں مگر ہمیں کسی بھی مطبوع نسخے میں سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث نہیں ملی اگر مخالفین کے علم میں ہے تو حوالہ دیں مگر صحیح البخاری کا نام ضرور یاد رکھیں۔

اگر مخالفین برا نہ مانیں تو ہم یہ بات کہہ دیں کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ صحیح البخاری کا وہ نسخہ جس میں سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث ہے وہ مطبعۂ ثنائیہ کا چھپا ہوا ہو جیسے ہمارے پاس ''دارالفکر'' کا چھپا ہوا ایک نسخہ تفسیر صاوی کا موجود ہے جس میں علامہ صاوی مالکی متوفی ۱۲۲۳ھ کی ایک پوری عبارت ہی اڑادی گئی ہے پھر مت بھی ایسی ماری گئی کہ جس جگہ سے عبارت اڑائی گئی تھی اسے سادہ ہی چھوڑ دیا گیا یہی وجہ تھی جس نے ہمیں شک میں ڈالا اور یہ شک اس وقت یقین سے بدل گیا جب ہمارے پاس اخی محترم فاضل نبیل حضرت علامہ حافظ قاری سید ممتاز احمد اشرفی ''مہتمم دارالعلوم اشرفیہ رضویہ'' تشریف لائے انہوں نے اپنے پاس موجود تفسیر صاوی سے وہ عبارت بتائی جو اڑادی گئی تھی عبارت یہ ہے:

''كما هو مشاهد الان في نظائرهم وهم فرقة بأرض الحجاز يقال لهم: الوهابية''.

[جـ۳، صـ۳۰۷].

یعنی علامہ صاوی مالکی علیہ الرحمہ نے خارجیوں کا ردّ کرتے

ہوئے لکھا ہے:

اب خارجیوں کی مثل لوگوں کا مشاہدہ کرنا چاہو تو وہ سرزمین حجاز (حرمین شریفین) میں ایک فرقہ ہے جسے وہابیہ کہا جاتا ہے۔

لہذا ہو سکتا ہے کہ جہاں تفسیر صاوی میں ایک عبارت گھٹادی گئی ہے وہاں صحیح البخاری کے ایک ایسے نسخے میں ایک حدیث بڑھادی گئی ہو۔

برادران اسلام!

تقلید نام ہے مجتہد کے اس اجتہادی قول پر عمل کرنے کا جسے مستند دلائل شرعیہ کی روشنی میں اجتہاد اور استنباط کر کے ظاہر کرتا ہے لہذا مخالفین بتائیں کہ کیا امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے محفل میلاد منانے سے منع کیا ہے اگر منع کیا ہے تو وہ حوالہ دیں ورنہ اپنا الزام اپنے پاس ہی رکھیں فی الحال ہم اس پر اکتفا کرتے ہیں۔

اب ہم مخالفین کی ذکر کردہ دو باتوں کا جائزہ لیتے ہیں جو یہ ہیں:

۱.....جشن میلاد کی ابتدا کرنے والا مظفر نامی ایک بادشاہ تھا۔

۲.....وہ جاہل اور بے دین تھا۔

پہلی بات کے جواب میں ہم اولاً شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی کی تحقیق بیان کرتے ہیں پھر مزید ایک بات بیان کر کے اس کا اختتام کریں گے یہ ایک جزوی مسئلہ ہے جسے مخالفین نے بیان کرنے کی نا جانے کیوں کوشش کی؟

شیخ الحدیث والتفسیر لکھتے ہیں:

بعض علماء نے لکھا ہے کہ میلاد شریف کی محفل کی ابتداء اور ایجاد ساتویں صدی ہجری (اب پندرھویں صدی ہجری چل رہی ہے ۔رضوی) میں اربل کے بادشاہ ابوسعید مظفر نے کی ہے اور اس بات کو حافظ ابن کثیر کے حوالے سے بیان کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔حافظ ابن کثیر نے "البدایۃ والنہایۃ" میں ابوسعید مظفر متوفی ۶۳۰ھ کا مکمل تذکرہ لکھا ہے اور بیان کیا ہے کہ وہ بڑی دھوم دھام اور شان وشوکت سے محفل میلاد مناتے تھے یہ نہیں لکھا ہے کہ وہ محفل میلاد کے موجد (ایجاد کرنے والے، رضوی) تھے اور انہوں نے اس کی ابتداء کی ہے۔

"شرح صحیح مسلم"، للعلامۃ السعیدي، ۱۸۸/۳، [مطبوعۃ فرید بك

اسٹائل لاھور]

چنانچہ "البداية والنهاية"، (جـ١٣، صـ١٣٧، ١٣٦) کا مطالعہ کرنے والے پر یہ بات بالکل عیاں اور ظاہر وباہر ہو جائے گی، نیز علامہ محمد بن یوسف صالحی شامی متوفی ۹۴۲ھ اپنی تصنیف لطیف "سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد" میں لکھتے ہیں:

كان أول من فعل بالموصل عمر بن محمد الملّاء أحد الصالحين المشهورين وبه اقتدى في ذلك صاحب إربل وغيرهم رحمهم الله تعالى.

"سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد"، الباب الثالث عشر في عمل المولد الشريف واجتماع الناس له، جـ١، صـ٣٦٥ [مطبوعة دار الكتب العلمية بيروت].

ترجمہ: پہلا شخص جنھوں نے اہتمام اور شان وشوکت سے موصل میں محفل میلاد منائی وہ شیخ عمر بن محمد تھے جو مشہور صالحین میں سے ایک تھے اور صاحب اربل ابوسعید مظفر اور ان کے علاوہ دوسروں نے اس عمل میں ان کی پیروی کی ہے۔

صاحب اشباع الکلام حضرت علامہ مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی کانپوری علیہ الرحمہ نے اس مسئلے پر تفصیلی بحث کی ہے جو تفصیل کا خواہاں ہے وہ اس رسالے کا مطالعہ کرے (حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے یہ رسالہ ۱۲۷۲ھ میں لکھا تھا) ہم زیر بحث مسئلہ پر اسی رسالہ سے جو فارسی میں لکھا گیا ہے خلاصہ بیان کر رہے ہیں ملاحظہ فرمائیے:

میلاد منانے کی اصل کتاب وسنت سے ملتی ہے اسی طرح نفس میلاد منانے کی حقیقت زمانہ نبوی اور زمانہ صحابہ میں موجود تھی اگر چہ اس نام اور اہتمام سے میلاد منانے کا ذکر احادیث وآثار میں نہیں ملتا ہے جیسا کہ علماء نے لکھا ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ اس نام اور خصوصیت واہتمام کے ساتھ میلاد شریف منانے کی ابتدا کس نے کی تو اس سلسلے میں بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس فعل حسن کی ابتداء اربل کے بادشاہ ابوسعید مظفر نے کی تھی اور شیخ ابن دحیہ متوفی ۶۳۰ھ نے اس عنوان پر ایک کتاب بنام "التنویر في مولد البشیر النذیر" لکھی (اس کا نام

"التنوير في مولود السراج المنير" بھی ملتا ہے) جس پر بادشاہ موصوف نے ان کو انعام واکرام سے نوازا اور حضرت علامہ محمد بن یوسف صالحی شامی متوفی ۹۴۲/ نے بھی اپنی تصنیف لطیف "سُبُلُ الھدیٰ والرشاد في سيرة خير العباد" میں اس بات کو لکھنے کے ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ اس فعل خیر کی ابتداء شیخ عمر بن محمد نے موصل میں کی تھی اور بادشاہ ابوسعید مظفر اور ان کے علاوہ دوسروں نے اس میں شیخ موصوف کی پیروی کی لیکن یہ بات ذہن نشین رہے کہ ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد اور تعارض نہیں ہے کیونکہ بادشاہ ابوسعید مظفر کے محفل میلاد کی ابتداء کرنے سے مراد نسبت اضافی ہے یعنی مطلب یہ ہے کہ بادشاہوں میں سے جس بادشاہ نے سب سے پہلے اس کی ابتداء کی ہے وہ بادشاہ ابوسعید مظفر تھے جبکہ شیخ عمر بن محمد کے محفل میلاد کی ابتداء کرنے سے مراد نسبت حقیقی ہے کہ اس کے بعد پھر بادشاہ ابوسعید مظفر اور دوسرے باشاہوں اور عوام وخواص نے شیخ عمر بن محمد کی پیروی کی لہٰذا ذکر کردہ صورت میں اس کی ابتداء بادشاہ ابوسعید مظفر سے نہیں ہوئی بلکہ شیخ عمر بن محمد علیہ الرحمہ سے ہوئی۔

بہر حال علماء اسلام کی تصانیف کا مطالعہ کرنے سے یہ بات تو اتفاقی طور پر ملتی ہے کہ نام اور خصوصیت واہتمام کے ساتھ میلاد شریف منانا قرون ثلاثہ (یعنی عہد رسالت وصحابہ وتابعین) کے بعد وجود میں آیا باقی رہا نفس میلاد منانا تو وہ ابتداء ہی سے جاری ہے جس کی تحقیق ان شاء اللہ تعالیٰ، میلاد النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی شرعی حیثیت کے تحت بیان ہوگی اس مختصر وضاحت کے بعد اَظہر من الشّمس ہوا کہ میلاد منانے کی ابتداء کو بادشاہ ابو سعید مظفر پر موقوف کردینا صحیح نہیں ہے اس کے باوجود اگر مخالفین اس بات پر اصرار کریں کہ میلاد منانے کی ابتداء مظفر نامی بادشاہ ہی نے کی تھی تو وہ اس پر صریح اور صحیح دلیل پیش کریں بالفرض مخالفین اگر اپنی بات کو صریح وصحیح دلیل سے ثابت بھی کردیں (حالانکہ ایسا ممکن نہیں ہے) تو بھی اس میں نہ ان کا فائدہ ہے اور نہ ہمارا نقصان کیونکہ میلاد شریف منانے کے جائز ہونے یا ناجائز ہونے کا دارومدار اس بات پر تو نہیں ہے کہ اس کی ابتداء کرنے والا بادشاہ ابو سعید مظفر تھا یا کوئی اور۔

آیئے اب مخالفین کی دوسری بات کا جائزہ لیتے ہیں جو یہ ہے کہ بادشاہ مظفر جاہل اور بے دین تھا۔

برادران اسلام!

ہم اس سلسلے میں کچھ بیان کرنے سے قبل ایک بات آپ کے گوش گزار کرتے ہیں کہ مخالفین نے ماہ محرم الحرام میں مسئلہ یزید پر گفتگو کرتے ہوئے سورۃ الحجرات کی آیت کریمہ ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ٘ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ﴾ [الحجرات:١٢] پڑھ کر یوں لب کشائی کی تھی کہ ایک مسلمان جس کے انتقال کو عرصہ گزر چکا ہو اس کے متعلق محض تاریخی باتوں کو دلیل بنا کر بدگمانی کرنا کسی صورت درست اور عقلمندی کی بات نہیں ہے کیونکہ بہرحال ایک مسلمان کی عزت وحرمت قطعیات سے ہے جو ظنیات سے زائل نہیں ہو سکتی ہے۔

قطع نظر اس کے مخالفین نے یزیدیت کو آئینہ حق میں دکھانے کے لئے کس قدر کوشش ناروا کی تھی ہم صرف یہ پوچھنا چاہیں گے کہ کونسا لاوا ان کے اندر پک رہا تھا کہ ابھی دو ماہ ہی گزرے تھے کہ

انہوں نے اس قلیل مدت میں خود اپنی بات کو فراموش کر کے کس بل بوتے پر بادشاہ ابوسعید ظفر کو جاہل اور بے دین بنا دیا؟ کیا ان کے پاس اس دعویٰ بے جا پر کوئی دلیل قطعی تھی یا ان کو بادشاہ موصوف کے جاہل اور بے دین ہونے کے متعلق الہام ہوا تھا؟ شاید وہ اس مدت قلیل میں ایسے علیل ہو گئے کہ خود ان کو اپنے ہی کلام سے نسیان ہو گیا یا انہوں نے ''دروغ گو را حافظہ نباشد'' کا مصداق بننا پسند کر لیا بہر حال یہ دورنگی بات کرنے والے ہی جانیں کہ انہوں نے گرگٹ کی طرح رنگ کیوں بدلا ہے؟ ہم تو بس یہی مناسب سمجھتے ہیں کہ بادشاہ ابوسعید مظفر (اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے) کے متعلق کچھ باتیں بیان کر دیں تا کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔

اختصار کے پیش نظر عبارات عربیہ ترک کر کے صرف ترجمہ پر اکتفا کیا گیا ہے۔ حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

''بزرگ اور نیک بادشاہوں اور عظیم اور فیاض سرداروں میں سے ایک ابوسعید مظفر بادشاہ تھے وہ ربیع الاول میں میلاد شریف کرتے تھے اور بہت عظیم محفل کا انعقاد کرتے تھے اور اس کے ساتھ

ساتھ وہ تیز فہم، طاقتور، بہادر، نڈر، عقلمند، عالم اور عادل تھے اللہ تعالی ان پر رحم فرمائے اور ان کا ٹھکانہ فرمائے"۔

"البدایہ والنہایہ"، ١٣٦/١٣، عربی عبارت شرح صحیح مسلم (مترجم بہ اردو) ج٣، ص٨٨ پر دیکھئے)

علامہ ابن جوزی متوفی ٥٩٧/ لکھتے ہیں:

"بادشاہ ابو سعید مظفر تیز فہم، بہادر، دلیر، عقلمند، عالم اور عادل تھے ان کا زمانہ سلطنت طویل مدت رہا یہاں تک کہ انگریزوں کا محاصرہ کرنے کی حالت میں شہر عکا میں ٦٣٠ھ میں ان کا وصال ہو گیا وہ ظاہر و باطن کے اچھے تھے۔

(عربی عبارات ضیاء النبی ج٢، ص٤٩ پر دیکھئے)

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ٩١١/ھ لکھتے ہیں:

اربل کے بادشاہ أبو سعید مظفر کوکبري بن زین الدین علی بن بلکتکین بزرگ اور بڑے فیاض بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھے اور وہ اچھے کردار کے مالک تھے۔

"الحاوي للفتاوي"، جـ ١، صـ ٢٢٢، [دار الفكر بيروت].

مزید لکھتے ہیں:

ابو سعید مظفر ایک عادل اور عالم بادشاہ تھے اور انہوں نے میلاد شریف کی محفل کے انعقاد کے ذریعے تقرب الٰہی کا قصد کیا اور محفل میلاد میں ان کے پاس علماء وصلحاء بغیر کسی انکار کے موجود ہوتے تھے۔

"الحاوي للفتاوي"، جـ ۱، صـ ۲۲۵، [دار الفكر بيروت].

علامہ ابن جوزی کے پوتے ''مراۃ الزمان'' میں لکھتے ہیں کہ بادشاہ ابو سعید مظفر کے پاس محفل میلاد میں بڑے بڑے علماء اور صوفیہ موجود ہوتے تھے۔

"الحاوي للفتاوي"، جـ ۱، صـ ۲۲۲، [دار الفكر بيروت].

علامہ محمد بن یوسف شامی متوفی/۹۴۲ لکھتے ہیں:

''ابو سعید مظفر بزرگ اور بڑے فیاض بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھے''۔

"سبل الهدى والرشاد"، جـ۱، صـ۳٦٢ [مطبوعة دار الكتب العلمية بيروت].

علامہ سخاوی متوفی/۹۰۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ نووی متوفی/٦٧٦ کے شیخ حضرت علامہ ابو شامہ نے اپنی

کتاب ''الباعث علی انکار البدع والحوادث'' میں ابوسعید مظفر بادشاہ کی میلاد منانے کی وجہ سے تعریف وتوصیف کی ہے۔

"اشباع الکلام"، ص۔۳۲ .

برادران اسلام!

ہم نے اجلہ علماء کرام کی عبارات کی روشنی میں بادشاہ ابوسعید مظفر علیہ الرحمہ کا تعارف آپکے گوش گزار کردیا ہے اب آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مخالفین کا بادشاہ موصوف کو جاہل اور بے دین کہنا، کتنا بڑا ظلم وستم ہے حالانکہ علماء اسلام نے بادشاہ موصوف کو بہادر، سخی، فیاض، عاقل، عالم اور عادل وغیرہا لکھا ہے، ہوسکتا ہے کہ مخالفین کی اپنی لغت میں مذکورہ صفات کے حامل شخص کو جاہل اور بے دین کہا جاتا ہو بہرحال ہم ایسی لغت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں جو ایک عاقل اور عالم کو جاہل اور فیاض و عادل کو بے دین قرار دیتی ہو۔

سردست ہم مخالفین کی اس بات پر بھی کچھ تبصرہ کردیتے ہیں جو انہوں نے تاریخ میلاد ووفات کے بارے میں کہی تھی انہوں نے کہا

تھا کہ اصح روایت تاریخ ولادت میں ۹ ربیع الاول والی ہے اور تاریخ وفات میں ۱۲ ربیع الاول والی ہے۔

اس بات سے ظاہر ہوا کہ مخالفین کے نزدیک وہ روایت بھی زیادہ صحیح ہے جس میں تاریخ ولادت ۹ ربیع الاول آئی ہے اور اسی طرح وہ روایت بھی زیادہ صحیح ہے جس میں تاریخ وفات ۱۲ ربیع الاول آئی ہے۔

آیئے پہلے بالترتیب ان دونوں تاریخوں میں تبصرہ سماعت فرمایئے، اس کے بعد ہم مخالفین کی ایک ماتمی بات پر گفتگو کریں گے:

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی۔

(۱) مشہور سیرت نگار علامہ ابن ہشام متوفی ۲۱۳/ھ نے عالم اسلام کے اول سیرت نگار امام محمد اسحاق متوفی ۱۵۱/ھ سے ''السیرة النبویة''، الجزء الأوّل، جـ ۱، صـ ۸٤ [مطبوعة دار المنار قاهرة] پر تاریخ میلاد ۱۲ ربیع الاول لکھی ہے۔

(۲) مشہور مفسر و مؤرخ امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے

"تاریخ الأمم والملوك"، جـ۱، صـ ٤٥٣ پر تاریخ میلاد ۱۲ ربیع الاول لکھی ہے [مطبوعة دار الکتب العلمیة بیروت].

(۳) "المستدرك" (از امام حاکم متوفی ۴۰۵ھ) میں ہے:

حدثنا أبو الحسن محمد بن أحمد بن شبويه الرئيس بمرو، ثنا جعفر بن محمد النيسابوري، ثنا علي بن مهران، ثنا سلمة بن الفضل، عن محمد بن إسحاق، قال: وُلِدَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لِاثْنَتَيْ عَشْرَةَ لَيْلَةً مَضَتْ مِنْ شَهْرِ رَبِيعِ الْأَوَّلِ.

"المستدرك على الصحيحين"، كتاب تواريخ المتقدمين، باب: ذكر أخبار سيد المرسلين، جـ٤، صـ١٥٦٨، رقم الحديث: (٤١٨٢)، [مطبوعة مكتبة نزار مصطفى الباز الرياض].

(۴) شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ نے "مدارج النبوۃ" ج ۲، ص ۱۴ پر تاریخ میلاد ۱۲ ربیع الاول لکھی ہے۔ [مطبوعہ نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور].

(۵) امام ابوالفتح محمد بن محمد اندلسی متوفی ۷۳۴ھ نے "عیون

الأثر" جـ ۱، صـ ۷۹ پر تاریخ میلاد ۱۲ ربیع الاول لکھی ہے۔[طبعة

دار ابن کثیر دمشق]۔

(۶) ماہر علم سیاست اسلامیہ علامہ ابوالحسن علی بن محمد ماوردی

متوفی/۴۵۰ھ نے "الأعلام النبویة"، صـ ۱۹۲ پر تاریخ میلاد ۱۲

ربیع الاول لکھی ہے۔

(۷) محدث ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ نے "الوفاء" صـ ۹۰

پر تاریخ میلاد ۱۲ ربیع الاول لکھی ہے اگرچہ محدث ابن جوزی نے

تاریخ میلاد میں کئی اقوال قلمبند کئے ہیں، لیکن انہوں نے امام ابن

اسحاق کی روایت کے مطابق ۱۲ ربیع الاول لکھ کر اسے ترجیح دی ہے

جیسا کہ انہوں نے اپنی دوسری تصنیف "بیان میلاد النبی"،

صـ ۳۱ پر ۱۲ ربیع الاول کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۸) امام تاریخ و فلسفہ علامہ ابن خلدون متوفی /۸۰۸ھ نے

"تاریخ ابن خلدون" جـ ۲ صـ ۷۱۰ پر تاریخ میلاد ۱۲ ربیع الاول

لکھی ہے۔

(۹) شیخ محمد ابوزہرہ نے "خاتم النبیین"، جـ ۱، صـ ۱۱۵ پر

تاریخ میلاد ۱۲ ربیع الاول لکھی ہے۔

(۱۰) شیخ محمد رضا امین لائبریری آف قاہرہ یونیورسٹی نے "محمدؐ رسول اللہ"، ج۔۲، ص۔۱۹ پر تاریخ میلاد ۱۲ ربیع الاول لکھی ہے۔

(۱۱) دور حاضر کے سیرت نگار شیخ محمد صادق ابراہیم عرجون پرنسپل آف کلیۂ اصول دین ازہر یونیورسٹی نے "محمدؐ رسول اللہ" ج۔۱، ص۔۱۰۲ پر تاریخ میلاد ۱۲ ربیع الاول لکھی ہے۔

(مؤخر الذکر چھ حوالہ جات مفسر قرآن حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ ازہری علیہ رحمۃ القوی کی تصنیف لطیف "ضیاء النبی" سے ماخوذ ہیں، تاریخ میلاد پر تفصیلی تحقیق جلد دوم ص ۳۳ سے، ص ۴۱ تک ملاحظہ فرمائیے)۔

برادران اسلام!

اب مفسر ابن کثیر کے حوالے سے تاریخ میلاد میں اختلاف رائے آپ کے گوش گزار کی جاتی ہے مخالفین بھی بالخصوص سن لیں کہ مفسر ابن کثیر لکھتے ہیں:

الجمهور على أن ذلك كان في شهر ربيع الأول یعنی جمہور علماء کرام کا مذہب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ربیع الاول کے مہینے میں ہوئی۔

پس اس سے واضح ہوا کہ ولادت باسعادت کا مہینہ تو ربیع الاول ہے باقی رہی تاریخ تو بعض نے اس ماہ کی دو تاریخ بعض نے آٹھ اور بعض نے دس بتائی ہے اور شیخ ابن حزم متوفی ۴۵۶/ سے آٹھ تاریخ منقول ہے لیکن مخالفین نے اپنے امام کبیر شیخ ابن حزم کے مقابل ۹ تاریخ زیادہ صحیح قرار دی ہے۔

مفسر ابن کثیر نے ۱۲ ربیع الاول کے تاریخ میلاد ہونے پر امام ابن اسحاق متوفی ۱۵۱/ ھ کا قول لکھ کر امام بخاری اور امام مسلم کے استاد، امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵/ ھ کی حدیث کی کتاب "مصنف ابن أبي شيبه" سے ایک روایت نقل کی جو یہ ہے:

عَنْ جَابِرٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُمَا قَالَا: وُلِدَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفِيلِ يَوْمَ الاثْنَيْنِ الثَّانِي عَشَرَ مِنْ شَهْرِ رَبِيعِ الْأَوَّلِ.

"البداية والنهاية"، باب مولد رسول الله ﷺ، جـ۲، صـ۲۸۲ [دار الكتب العلمية بيروت].

ترجمہ: حضرت جابر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عام الفیل میں پیر کے دن ربیع الاول کے مہینے کی بارہویں تاریخ میں پیدا ہوئے۔

معلوم ہوا کہ مخالفین نے ۹ تاریخ کو صحیح کہہ کر اپنے امام صغیر مفسر ابن کثیر کو بھی رد کر دیا ہے کیونکہ انہوں نے مذکورہ بالا روایت لکھنے کے بعد لکھا:

هذا هو المشهور عند الجمهور

یعنی جمہور اہل اسلام کے نزدیک یہی تاریخ بارہ ربیع الاول مشہور ہے۔

بلکہ مخالفین نے اپنے مجدد نواب صدیق حسن خاں قنوجی متوفی ۱۳۰۷ھ پر بھی ہاتھ صاف کر دیا ہے کیونکہ نواب موصوف "الشمامة العنبریة" ص ۷ پر لکھتے ہیں کہ ولادت شریف مکہ مکرمہ میں وقت طلوع فجر روز شنبہ (پیر کے دن۔ رضوی) شب دوازدہم ربیع الاول

عام الفیل (عام الفیل میں ربیع الاول کی بارھویں شب ۔رضوی) کو ہوئی جمہور علماء کا یہی قول ہے، ابن جوزی نے اس سے اتفاق کیا ہے۔

یاد رہے کہ نواب موصوف کے لئے لفظ ''مجدّد'' ہم نے نہیں کہا ہے بلکہ مخالفین کے علامہ وحید الزمان نے ''لغات الحدیث کتاب الباء'' ص ۷۷ [مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی] پر لکھا ہے شیخ وحید الزمان نے اس کے علاوہ بھی بہت کچھ لکھا ہے بوقت ضرورت ان کے گوش گزار کیا جائے گا نیز ان ہی کے سوا دوسرے علامہ محمد شمس الحق نے بھی نواب موصوف کو مجدد قرار دیا ہے حوالہ کے لئے ''کتاب الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ'' [مطبوعہ اسلامی اکادمی لاہور] کی ابتداء میں ترجمۃ المؤلف دیکھئے۔

کیا یہی ہے مخالفین کا اصل روپ کہ اپنوں کو جو جی چاہے بنائیے دوسروں کو خاطر میں نہ لائیے بلکہ معاذ اللہ بدعتی و مشرک بنائیے۔

برادران اسلام!

مخالفین نے ۹ ربیع الاول کو اصح روایت قرار دینے پر نہ صحیح

البخاری کا حوالہ دیا نہ ہی صحیح مسلم کا یونہی صحاح ستہ میں سے بقیہ چار کتب حدیث یا دیگر کتب حدیث سے بھی کوئی حوالہ نہیں دیا مگر ہیں پکے اہلحدیث ؟ واہ! یہ منہ اور مسور کی دال ۔

ہم نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ۱۲ ربیع الاول میں ہونے پر بارہ حوالے دیئے ہیں جن میں امام بخاری کے استاد، امام ابوبکر ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ ھ سے ایک صحیح الاسناد روایت جو دو جلیل القدر صحابی حضرت جابر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے آپ کے گوش گزار کی، اب اس روایت کے راویوں کی ثقاہت کو بیان کیا جاتا ہے تاکہ مخالفین یہ شبہ نہ ڈالیں کہ یہ روایت جھوٹی یا ضعیف ہے

اس روایت کے پہلے راوی خود امام ابوبکر ابن ابی شیبہ ہیں ان کے بارے میں حضرت ابوزرعہ رازی متوفی ۲۶۴ ھ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے بڑھ کر حافظ نہیں دیکھا، محدث ابن حبان متوفی ۳۵۴ ھ کہتے ہیں وہ عظیم حافظ حدیث تھے، دوسرے راوی حضرت عفان ہیں ان کے بارے میں محدثین کرام کی رائے یہ ہے کہ وہ ایک بلند پایہ

امام، ثقہ،صاحب ضبط وایمان تھے تیسرے راوی حضرت سعید بن میناء ہیں ان کا شمار بھی ثقہ راویوں میں ہوتا ہے،حوالہ کے لئے ”سیر أعلام النبلاء“، تقریب التھذیب اور خلاصة التهذيب دیکھئے۔

لہذا اس معتبر اور صحیح الاسناد روایت کی موجودگی میں کسی مؤرخ کا قول یا ماہر فلکیات کا ظن وتخمین، لائق التفات اور قابل قبول ہرگز نہیں ہوسکتا ہے پس مخالفین کو چاہیے کہ پہلے وہ اپنے دعوٰی کے مطابق ایسی صحیح روایت بیان کریں جس میں تاریخ ولادت ۹ ربیع الاول بیان ہوئی ہو پھر اس کے اصح ہونے کی معقول وجہ بیان کریں ورنہ اپنا بے دلیل دعوی اپنے پاس ہی رکھیں۔

اب ہم نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا یوم ولادت بارہ ربیع الاول ہونے پر مزید گفتگو کرتے ہیں تاکہ مخالفین کو علی الاعلان یہ کہنے کی جرأت نہ ہو کہ یوم میلاد اصح روایت میں ۹ ربیع الاول آیا ہے۔

ہاں! یہ الگ بات ہے کہ جن کے پاس حیاء نہیں تو وہ جو جی چاہے کرتے اور کہتے پھریں اور ظاہر ہے کہ ہماری گفتگو ان عدیم

الحیاء کے لئے ہے بھی نہیں۔

حضرت زبیر بن بکار، امام ابن عساکر اور امام جلال الدین وغیرہم نے بارہ ربیع الاول کے یوم میلاد ہونے پر اہل تحقیق کا اجماع نقل کیا ہے اور یہی جمہور علماء اور جمہور اہل اسلام کا مسلک اور ان میں مشہور ہے۔ حوالہ جات نوٹ کرلیجئے:

(١) "السيرة الحلبية"، جـ١، صـ٨٤ [مطبوعة دار الكتب العلمية بيروت].

(٢) "زرقاني على المواهب"، جـ١، صـ١٣٢ [مطبوعة دار الكتب العلمية بيروت].

(٣) "ماثبت من السنة"، صـ٩٨ [ادارۂ نعیمہ رضویہ لاہور].

(٤) "الشمامة العنبرية"، صـ٧.

(٥) "البداية" جـ٢، صـ٢٦.

(٦) "الفتح الرباني"، جـ٢، صـ١٨٩.

(٧) "حجة الله على العلمين"، جـ١، صـ٢٣١]

(٨) "مدارج النبوة"، جـ٢، صـ١٤ [مطبوعہ نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور] وغیرہا

ذکر کردہ کتب کے مطالعہ ہی سے یہ بات بھی بخوبی واضح ہوتی ہے کہ بارہ ربیع الاول کے یوم میلاد ہونے پر اہل مکہ متفق چلے آرہے

ہیں اوراس تاریخ میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی جائے ولادت پر حاضر ہوکر میلاد شریف منانے کا قدیم سے اہل مکہ کا معمول رہا یونہی بارہ ربیع الاول کو میلاد شریف کرنے کا اہل مدینہ کا بھی معمول رہا لیکن افسوس! نجدی حکومت کے قیام کے بعد اس عمل کو گمراہی کہہ کر حکومت نجدیہ نے بند کرادیا لیکن یوم سعود آج بھی حکومت کی سطح پر منایا جارہا ہے۔

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ تاریخ ولادت پر ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں یہ جوشبلی وغیرہ نے ۹ ربیع الاول لکھی کسی حساب سے صحیح نہیں تعامل مسلمین حرمین شریفین جومصر وشام بلاد اسلامیہ وہندوستان میں ۱۲ہی پر ہے اس پر عمل کیا جائے اور روز ولادت شریف اگر آٹھ یا بالفرض غلط نویا کوئی تاریخ ہو جب بھی بارہ کو عید میلاد النبی کرنے سے کونسی ممانعت ہے۔

"الفتاوی الرضویة"، جـ ٢٦، صـ ٤٢٨، [مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور].

تاریخ ولادت کے سلسلے میں مخالفین کی گل فشانی کی وجہ شاید یہ ہے جیسا کہ ان کی برادری کے بعض حضرات کی گفتگو سے ظاہر ہوا کہ

وہ جشن عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روکنے کے لئے مختلف قسم کے حیلے بہانے اور عیاری ومکاری سے کام لیتے ہوئے عوام اہلسنت کے دلوں میں شکوک وشبہات ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں اسی طرح مخالفین نے بھی ۹ ربیع الاول کو صحیح روایت قرار دے کر یہ اشارہ کیا ہے کہ ۱۲ ربیع الاول کو جشن عید میلاد النبی منایا جاتا ہے کہ اس تاریخ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی حالانکہ اصح روایت تو ۹ ربیع الاول ہے۔ اب کوئی ان سے پوچھے کہ اگر ہم بقول ان کے اصح روایت کے مطابق ۹ ربیع الاول کو جشن عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منائیں تو یہ ان کے نزدیک درست ہوگا یا نہیں؟ اگر جواب "ہاں" میں دیں تو سمجھ لیجئے کہ انہوں نے اپنا فتویٰ بدعت خود اپنے اوپر چسپاں کرلیا اور اگر جواب نہیں میں دیں اور ایسا ہی ہے تو بس ان سے اتنا کہہ دیں کہ پھر اصح روایت والی بات کرکے ہیر پھیر کرنے کی بھلا کیا ضرورت وحاجت تھی صاف صاف یہ کیوں نہیں کہتے ہو کہ جشن عیدِ میلاد النبی منانا تو ہر حال میں بدعت مذمومہ ہے خواہ بارہ کو ہو یا نو کو۔

اس کے باوجود مخالفین کا تاریخ ولادت میں بلاتحقیق ۹ ربیع الاول کی تکرار اور اس پر اصرار کرنا چہ معنی دارد۔

برادرانِ اسلام!

اس سے قبل کہ ہم مخالفین کی اس بات پر تبصرہ کریں جو انہوں نے نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی تاریخ وصال ۱۲ ربیع الاول بیان کرتے ہوئے کہی تھی آپ تاریخ وصال کی تحقیق کا خلاصہ اور ایک نکتہ سماعت فرمائیے

خلاصہ تحقیق

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے رسالہ "نطق الھلال بأرخ ولاد الحبیب والوصال" کی فصل دوم میں تاریخ وصال پر تحقیقی کلام رقم فرمایا ہے تحقیق انیق پر آگاہی تو رسالہ کا مطالعہ کرنے پر موقوف ہے ہم اسی رسالہ سے مذکورہ بالا مسئلہ کا خلاصہ بیان کرتے ہیں:

قول مشہور و معتمد جمہور دوازدہم (بارھویں۔رضوی) ربیع الاول شریف ہے۔

"الفتاوی الرضویة"، جـ۲٦، صـ٤١٥ [مطبوعہ رضافاؤنڈیشن لاہور].

(پھر فرماتے ہیں:) اس کے سوا دو قول ایک یکم ربیع الاول شریف اور دوسرا دوم ربیع الاول شریف یہ دونوں اقوال محض باطل و نامعتبر بلکہ سراسر محال و نامتصور ہیں۔

"الفتاوی الرضویة"، جـ۲٦، صـ٤١٧، [مطبوعہ رضافاؤنڈیشن لاہور].

(شیخ شبلی نعمانی نے یکم ربیع الاول کو یوم وفات قرار دیا ہے۔)

"سیرت النبی"، جـ۲، صـ١٧٠ [مطبوعہ دینی کتب خانہ لاہور].

(پھر فرماتے ہیں:) تفصیل مقام و توضیح مرام (مسئلہ تاریخ وفات اقدس ماہ ربیع الاول شریف دوشنبہ (پیر کے دن۔رضوی) واقع ہوئی اس قدر ثابت و مستحکم و یقینی ہے جس میں اصلاً جائے نزاع (جھگڑے کی بالکل گنجائش۔رضوی) نہیں۔

"الفتاوی الرضویة"، جـ۲٦، صـ٤١٨ [مطبوعہ رضافاؤنڈیشن لاہور].

(پھر فرماتے ہیں:) غرض دلائل ساطعہ (چمکدار دلیلوں۔رضوی) سے ثابت ہے کہ اس ماہ مبارک کی پہلی یا دوسری (تاریخ۔رضوی) دوشنبہ ہرگز نہ تھی اور روز وفات اقدس یقیناً دوشنبہ ہے تو وہ دونوں قول قطعاً باطل ہیں اور حق و صواب وہی قول جمہور بمعنی

مذکور یعنی واقع میں تیرہویں اور بوجہ مسطور تعبیر میں بارہویں ۔(حق اور درست جمہور اہل اسلام کا قول پہلے ذکر کردہ معنی میں یعنی حقیقت میں ۱۳ ربیع الاول اور لکھے ہوئے کی وجہ سے بیان کرنے میں ۱۲ ربیع الاول ۔رضوی)

"الفتاوی الرضویة"، جـ ٢٦، صـ ٤٢٦ [مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور].

پس معلوم ہوا کہ حقیقتاً تاریخ وفات اقدس ربیع الاول کی تیرہویں ہے مکہ معظمہ کی رویت کے اعتبار سے اور مدینہ طیبہ میں رویت نہ ہوئی لہذا ان کے حساب سے ربیع الاول کی بارہویں ٹھہری جسے راویوں نے اپنے حساب کی بناء پر روایت کیا اور یہی تاریخ جمہور اہل اسلام کے نزدیک مشہور مقبول ہوئی بہر حال یہ تاریخ وفات اقدس پر تحقیق کا خلاصہ تھا، اگر راویوں کی روایت کے سبب سے نہیں بلکہ حقیقتاً تاریخ وفات ۱۲ ربیع الاول شریف ہے تو بھی یہ بات نہ مخالفین کو مفید اور نہ ہمیں مضر یعنی اس سے نہ تو مخالفین کو کوئی فائدہ حاصل ہوگا اور نہ ہمیں کوئی نقصان ہوگا کیونکہ محفل میلاد شریف کے جائز یا ناجائز ہونے کا مدار اس بات پر تو ہرگز نہیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال شریف ۱۲ ربیع الاول کو ہوا تھا یا نہیں اس نکتہ کو یاد رکھنا چاہیے۔

عجیب طرفہ تماشہ ہے کہ محفل میلاد کو ناجائز قرار دینے کے لئے کبھی بدعت مذمومہ کی رٹ لگائی جاتی ہے تو کبھی دن مقرر کرنے کی بحث کی جاتی ہے کبھی بیان کیا جاتا ہے کہ یوم میلاد کی تاریخ بارہ ربیع الاول نہیں ہے تو کبھی کہا جاتا ہے کہ یوم وفات بارہ ربیع الاول ہے غرضیکہ بھانت بھانت کی بولیاں لوگوں کے کانوں میں سمائی جاتی ہیں پھر قیاس آرائیاں ان کے علاوہ ہیں ہم بارہا بیان کر چکے ہیں کہ مخالفین کتاب وسنت سے محفل میلاد کا ناجائز ہونا بتادیں تو ہم ماننے کے لئے تیار ہیں ظاہر ہے کہ ہم محض ان کی چنیں وچناں، ایں وآں، اگر مگر، کیونکہ اور چونکہ ماننے کے لئے تو ہرگز تیار نہیں بلکہ ان لایعنی باتوں سے بیزار ضرور ہیں۔

باقی رہی وہ بات جو مخالفین نے نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تاریخ وصال ۱۲ ربیع الاول بیان کرتے ہوئے کہی تھی کہ ''کسی کے گھر میں شادی ہو رہی ہے اور اسی دن چاشت کے وقت اس گھر میں کسی کا

انتقال ہو جائے تو کیا خوشیاں باقی رہیں گی؟ ہرگز نہیں بلکہ وہ گھر تو ماتم کدہ بن جائے گا"۔

ہم مخالفین کے اس قیاس ماتمی کو اس قابل ہی نہیں سمجھتے کہ اس پر نظر التفات ڈالی جائے مگر چونکہ قیاس مجتہد کے منکرین نے قیاس فاسد سے کام لے کر اپنا الو سیدھا کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ عوام اہلسنت کے قلوب میں نقطہ شبہ جڑ پکڑ جائے لہذا اسی بات کے پیش نظر ہم بالاختصار اس بات پر تبصرہ کریں گے۔

دراصل مخالفین کی یہ عادت قدیمہ ہے جس سے مجبور ہو کر انہوں نے یہ بات کہی کہ ۱۲ ربیع الاول کو جشن میلاد منانے والے جب ۱۲ ربیع الاول کو تاریخ ولادت سمجھتے ہیں تو رسول اللہ کی وفات بھی ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی ہے اب جشن میلاد منانے والے ذرا سوچیں کہ ایک ہی مہینے اور ایک ہی تاریخ میں جب ولادت اور وفات ہوئی تو خوشی منانے کا کیا موقع اور کونسا محل ہے؟ افسوس و غم ہونا چاہیے پھر مخالفین اپنی بات کی پختگی اور تائید کے لئے قیاس ماتمی سے بھی گریز نہیں کرتے جیسا کہ پہلے بیان ہوا اور تنقیدی و تنقیصی دماغ سے باتیں

گھڑ گھڑ کر ذہنی پیداوار کو بطور چارا اپنی زبانوں سے اگلتے ہیں تا کہ کوئی نادان اسے نگل لے تو پھنس جائے۔

لامحالہ اس کے سوا ان کو کوئی چارہ بھی نہیں کیونکہ زیر بحث مسئلہ میں ان کی علمی حالت یہ ہے کہ نہ تو خوشی منانے کی ممانعت کتاب و سنت سے بتا سکتے ہیں اور نہ ہی افسوس وغم کرنے کا حکم قرآن و حدیث سے دکھا سکتے ہیں اب قیاس ماتمی نہیں کریں گے تو اور کیا کریں گے کیونکہ قیاس مجتہد تو ان کے نزدیک کم از کم حرام ہے اگر ایسا نہیں ہے؟ تو ان سے پوچھئے کہ پھر اس عمل کرنے والوں کی مذمت کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ "ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور ہیں اور کھانے کے اور"۔

برادران اسلام!

ہم پہلے خوشی منانے کا کیا موقع و محل ہے پر کچھ بیان کرتے ہیں تا کہ خوشی منانے کا موقع و محل جاننے والوں کے ہوش و عقل ٹھکانے آجائیں، آمین۔

نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ۱۲ ربیع

الا ول کو ہوئی اور آپ سراپا رحمت ونعمت ہیں جیسا کہ اظہر من الشمس ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَـٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَـٰلَمِينَ﴾ [الأنبياء : ١٠٧].

ترجمہ: اور ہم نے تمھیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہانوں کے لئے۔

بخاری شریف میں ہے:

حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا عَمْرٌو، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ﴿الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا﴾ قَالَ: هُمْ وَاللّٰهِ كُفَّارُ قُرَيْشٍ، قَالَ عَمْرٌو: هُمْ قُرَيْشٌ، وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَةُ اللّٰهِ.

"صحيح بخاري"، كتاب المغازي، باب قتل أبي جهل، رقم الحديث: (٣٩٧٧)، صـ٦٧١.

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا﴾ [إبراهيم : ٢٨] کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

نے فرمایا: (نعمت الٰہی کو بدلنے والے) اللہ کی قسم! وہ کفار قریش ہیں اور حضرت عمرو بن دینار نے فرمایا: وہ کفار قریش ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

قرآن حکیم اور صحیح البخاری کی حدیث سے ظاہر و باہر ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم اللہ تعالیٰ کی رحمت کبریٰ اور نعمت عظمیٰ ہیں اور قرآن حکیم میں متعدد آیت کریمہ ہیں جن میں انعامات الٰہی پر شکر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور قرآن حکیم ہی میں اس بات سے آگاہ کیا گیا ہے کہ اگر تم ان نعمتوں پر شکر ادا کروگے تو تمہارے لئے نعمتوں میں مزید اضافہ ہوگا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ ﴾ [النحل: ١١٤].

ترجمہ: اور تم اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو۔

نیز ارشاد فرمایا:

﴿ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ ﴾ [إبراهيم: ٧].

ترجمہ: اگر تم شکر ادا کروگے تو تمہیں ضرور اور (نعمتیں) دوں گا۔

بلاشبہ ان گنت چیزیں نعمت الٰہی ہیں جن سے کائنات لبریز ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا﴾ [إبراهيم: ٣٤].

ترجمہ: اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کر سکو گے۔

پانی، ہوا اور روشنی، کان، آنکھ اور دل صحت، شباب اور خوشحالی یہ سب رب ذوالجلال والاکرام کی نعمتیں ہیں اور ان پر شکر الٰہی بجالانا ہی سعادت اور بندگی کا تقاضا ہے جب ان فنا ہونے والی نعمتوں پر شکر کا حکم ہے تو غور کیجئے اس رحمت مجسم اور محسن کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور بعثت پر شکر ادا کرنا یہ بدعت مذمومہ کیسے ہے؟

جس ذات والاصفات نے بندے کا ٹوٹا ہوا رشتہ اپنے خالق حقیقی کے ساتھ جوڑ دیا جس نے انسانیت کے سوئے ہوئے نصیب کو بیدار کر دیا، جو کسی خاندان، قبیلہ، قوم اور ملک کے لئے رحمت بن کر نہیں آیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق کے لئے ابر رحمت بن کر برسا، کیا اس نعمت عظمیٰ کی اور ابدی احسان پر شکر ادا کرنا بدعت سیئہ

ہے؟وہ ذات مقدسہ جس کی آمد و بعثت کو منعم حقیقی نے اپنے مقدس کلام میں خصوصی طور پر ذکر فرمایا:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ﴾ [آل عمران: ۱۶٤]

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ﴾ [یونس: ۵۸]

ترجمہ: (اے محبوب) آپ فرمادیجئے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے ملنے پر چاہیے کہ خوشی کریں۔

برادران اسلام!

جب مطلقاً فضل اور رحمت کے حصول پر فرحت و مسرت کا حکم ہے تو وہ ذات مقدسہ جو رحمۃ للعلمین اور نعمۃُ ربّ العلمین ہے اس کی تشریف آوری کی یاد میں خوشی منانا بطریق اولیٰ ثابت ہوگا۔

رہی یہ بات کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ و التسلیم کی رحمت تو ہمیں سال کے ہر دن بلکہ ہر لمحہ حاصل ہے پھر یوم ولادت پر اظہار مسرت اور خوشی منانے میں کیا خصوصیت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس دن کی خصوصیت قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ﴾ [مریم: ٣٣]

ترجمہ: اور مجھ پر سلام ہو میرے میلاد کے دن۔

مسلم شریف میں ہے:

وحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ عَنْ غَيْلَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْبَدٍ الزِّمَّانِيِّ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ [الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ] أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ صَوْمِ الِاثْنَيْنِ؟ فَقَالَ: «فِيهِ وُلِدْتُ، وَفِيهِ أُنْزِلَ عَلَيَّ».

"صحيح مسلم"، كتاب الصيام، باب استحباب صيام ثلاثة أيام من كل شهر

وصوم یوم عرفة وعاشوراء والاثنین والخمیس، رقم الحدیث: [۲۷۵۰] ۱۹۸ -(۱۱۶۲)، ص-۱۷.

ترجمۂ حدیث: حضرت ابوقتادہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پیر کے روز روزہ رکھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اس دن میری ولادت ہوئی اور اسی دن مجھ پر وحی کی گئی۔

غور فرمایئے! اپنے لئے سلامتی کی دعا ہر روز مانگی جاسکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہر دن روزہ رکھ کر ادا کیا جاسکتا ہے لیکن قرآن و حدیث سے واضح ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے یوم میلاد کو دعائے سلامتی اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روز پیر کو روزہ رکھنے کے ساتھ خاص کیا کیونکہ اسی دن آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تھی۔

کیا قرائن سے یہ بات ظاہر نہیں ہوتی کہ اگرچہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی ولادت پر سال کے ہر دن اور ہر رات خوشی منانا جائز ہے لیکن یوم میلاد کو ایک خاص ترجیح حاصل ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ملت اسلامیہ صدیوں سے اللہ تعالیٰ کی اس رحمت کبریٰ اور نعمت عظمیٰ پر اپنے جذبات کا اظہار تشکر کرتی چلی آ رہی ہے ہر سال ہر اسلامی ملک میں چھوٹے بڑے پیمانے پر عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منانے کا اہتمام کیا جاتا رہا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ کیا جاتا رہے گا۔

مخالفین اس فرحت و مسرت کے موقع پر منہ بسور لیتے ہیں، اپنی ہانڈیوں کو اوندھا کر دیتے ہیں بلکہ جو چراغ جل رہا ہوتا ہے اسے بجھا دیتے ہیں بھلا غور کریں یہ اظہار تشکر ہے یا کفران نعمت؟

مخالفین کی طرف سے ایک بات یہ بھی کہی جاتی ہے کہ جس طرح میلاد النبی کے سلسلے میں خوشی منائی جاتی ہے کیا اس طرز پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صحابہ کرام نے خوشی منائی ہے؟

اس کا تفصیلی جواب امام مالک علیہ الرحمہ کے ذکر میں دیا جا چکا ہے البتہ چند باتیں اس سلسلے میں مزید بیان کی جاتی ہیں۔

اولاً...... اگر بعینہ اس موجودہ طرز پر خوشی منانا نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم یا صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ثابت ہوتا تو اسے

بالتصریح واجب یا سنت سے تعبیر کیا جاتا اور حسن ظن ہے کہ مخالفین بھی اس پر لے دے نہ کرتے۔

ثانیاً ..... جشن عید میلاد النبی کو مستحسن و مستحب کہنا ہی اس طرف واضح اشارہ ہے کہ بعینہ موجودہ طرز پر خوشی منانا' قرون ثلاثہ میں نہیں ملتا۔

خیر اپنے پرائے کی بات رہنے دیجئے، جمہور اسلام کو دیکھئے انہوں نے جشن عید میلاد النبی کو مستحسن کہا ہے یا نہیں؟! اگر کہا ہے اور یقیناً کہا ہے کیونکہ ان اہل علم حضرات نے اس حقیقت سے انحراف کرنے کے بجائے اسے بیان کیا ہے کہ خوشی و مسرت کا ہر وہ طریقہ جو خلاف شرع نہ ہو، اصول اسلام سے متصادم نہ ہو تو بلاشبہ درست و جائز ہے اگرچہ بعینہ اس کا ثبوت نہ ملے۔

ثالثاً ..... خوشی منانے اور جنگ کرنے کے طریقے ہر دور میں مختلف رہے لہذا جہاد سے متعلق اس تفصیل کی حاجت نہیں ہے کہ کن کن ہتھیاروں کے ذریعے جہاد کیا جائے کیونکہ زمانہ کی رفتار کے مطابق ان میں تبدیلی ناگزیر ہے یہی وجہ ہے کہ آلاتِ حرب میں

تبدیلیاں آتی رہیں پس موجودہ دور خود اس کا اعلان کرے گا کہ کن کن ہتھیاروں کے ذریعے دشمنان اسلام کا مقابلہ کرنا ہے لہذا موجودہ دور میں مروجہ آلات حرب سے بہترین واعلیٰ ترین ہتھیاروں کا استعمال بدعت مذمومہ نہیں بلکہ لازمی وضروری ہوگا اسی طرح اظہار خوشی ومسرت سے متعلق اس تفصیل کی ضرورت نہیں کہ کن کن طریقوں سے خوشی ومسرت کا اظہار کیا جائے کیونکہ ہر دور کے مطابق اس میں تبدیلیاں آتی رہیں ہیں پس موجودہ دور خود اس کی گواہی دے گا کہ کن کن طریقوں سے اظہار خوشی ومسرت کرنا ہے البتہ یہ ضروری ہے کہ ان میں سے وہ طریقہ جو کسی شرعی خرابی یا بے اعتدالی کے زمرے میں آئے تو اس سے بالکلیہ اجتناب کیا جائے اس کے سوا ہر طریقہ اظہار مسرت، مستحسن ومستحب ہوگا کیونکہ اس کی بنیاد محبت وتعظیم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہے۔

رابعاً...... جب شریعت مطہرہ کے دائرے میں رہ کر جشن عید میلاد النبی منانے کی بات واضح ہو چکی تو یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اظہار مسرت کا کیا طریقہ ہے؟ کیونکہ جب دل میں سچی خوشی

کے جذبات اللہ کر آتے ہیں تو اپنے ظہور کیلئے وہ خود راستہ بنالیا کرتے ہیں لہذا معمولات اہلسنت میں پورے سال بالعموم اور ماہ و تاریخ میلاد میں بالخصوص ذکر وفکر کی محفل کا انعقاد، نبی مکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت وسیرت کا ذکر خیر، آپ کے معجزات و مناقب، فضائل و محاسن، شمائل وخصائل کے بیان میں محافل کا انعقاد، صدقات وخیرات کرنا قرآن خوانی اور نعت خوانی، چراغاں کرنا اور جلوس نکالنا اور جھنڈے وغیرہ نصب کرنا شامل ہیں؛ ان میں سے کوئی چیز اگر مخالفین کے نزدیک بدعت مذمومہ اور حرام یا مکروہ ہے تو اس پر صحیح وصریح حوالہ کتاب وسنت درکار ہے کیونکہ کسی چیز کو حرام یا مکروہ قرار دینے سے اس چیز کی حرمت یا کراہت پر نہی مخصوص لانی ضروری ہے۔

خامساً..... اگر مخالفین یہ کہیں کہ عہد رسالت اور صحابہ کرام کے دور میں جدید ہتھیاروں کے ساتھ جنگ نہیں ہوئی اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت موجودہ دور کے جدید ہتھیار ایجاد نہیں ہوئے تھے اور اب چونکہ ایجاد و رائج ہو چکے ہیں لہذا ان کے ذریعے جنگ کرنا

بدعت مذمومہ نہیں ہے کیونکہ دشمن کے مقابلے میں بھرپور تیاری کرنا، اللہ پاک کے عام حکم کے تحت آتا ہے پھر یہ بدعت مذمومہ کیوں ہو؟

اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ﴾ [الأنفال: ٦٠].

ترجمہ: اور ان (یعنی کفار) کے لئے تیار رکھو جو قوت تمہیں بن پڑے۔

مذکورہ بالا بات پر اگر یہ کہا جائے کہ عید میلاد النبی پر خوشی و مسرت کے اظہار کے جتنے بھی طریقے ہیں ان میں سے جس کے متعلق بھی مخالفین یہ کہیں کہ عہد رسالت اور صحابہ کرام کے دور میں جشن میلاد کے سلسلے میں اس کا وجود نہیں ملتا ہے تو وہ خود ہی سمجھ لیں کہ جشن میلاد منانے کے سلسلے میں اس وقت وہ طریقہ ایجاد و رائج نہیں ہوا تھا اب چونکہ ایجاد و رائج ہو چکا ہے لہذا اس طریقہ پر عمل کرنا بدعت مذمومہ نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے محبوب نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی میلاد پر خوشی و مسرت کا اظہار کرنا، اللہ تعالیٰ کے

حکم مطلق کے تحت آتا ہے پھر بدعت مذمومہ کیوں ہو؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا﴾ [یونس: ۵۸].

ترجمہ: (اے محبوب) آپ کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کے ملنے پر چاہیے کہ خوشی کریں۔

برادران اسلام!

مخالفین کی عجیب حالت ہے کبھی وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت ۹ ربیع الاول کو ہوئی اور اس سے مقصود محض ان مسلمانوں پر اعتراض کرنا ہوتا ہے جو جشن میلاد ۱۲ ربیع الاول کو مناتے ہیں اور کبھی ربیع الاول کی نو تاریخ کو فراموش کر کے اس پر زور دیتے ہیں کہ آپ علیہ السلام کی ولادت بھی ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی ہے اور مقصد وہی اعتراض کرنا ہوتا ہے یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات اقدس ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی امتی اس تاریخ کو جشن

منانا کس طرح پسند کر سکتا ہے بلکہ امتی ہونے کے ناطے تو یہ ضروری ہے کہ اس میں رنج وغم اور افسوس کا اظہار کیا جائے یہی وجہ ہے کہ مخالفین نے ایک تصوراتی خاکہ اپنی برادری کے سامنے بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ کسی گھر میں شادی کی خوشی ہو رہی ہو اور اس دن چاشت کے وقت اس گھر میں کسی کا انتقال ہو جائے تو کیا خوشیاں باقی رہیں گی؟ ہرگز نہیں بلکہ وہ گھر تو ماتم کدہ بن جائے گا اس کے بعد مخالفین نے ذکر کردہ تصوراتی خاکہ پر قیاس ماتمی کرتے ہوئے یہ مسئلہ توجیہ بیان کیا کہ ۱۲ ربیع الاول کا دن تو رنج وغم اور افسوس کرنے کا دن ہے نہ کہ خوشی منانے کا۔

برادران اسلام!

یہ بات اس شخص کی مانند ہے جس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ (آنسو ایک نہیں کلیجا ٹوک ٹوک) مخالفین کی اس بات پر اتنا ہی کافی تھا کہ اگر ان کو نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت پر خوشی ومسرت کا اظہار کرنے والوں سے ایسا دکھ اور اتنی جلبلاہٹ ہے کہ یوم ولادت پر ماتمی فضا پیدا کرنا چاہتے ہیں تو بے ادبی معاف!

کیا یہ ذہنیت ابولہب سے بدتر نہیں؟

بہرحال ہم نے مناسب یہ سمجھا کہ اس سلسلے میں تفصیل سے گفتگو کی جائے تا کہ مخالفین اپنے ہمنواؤں کو یہ کہہ کر نہ بہلا دیں کہ ان کی بات و قیاس کو لفاظی ہی میں اڑا دیا گیا ہے، جواب نہیں دیا گیا، لیجئے! جواب حاضر ہے مگر سوال جرح کیساتھ تا کہ ان کا کالی ہانڈی سر پر دھرنا، ظاہر ہو۔

اولاً...... تاریخ ولادت ۹ ربیع الاول ہو یا ۱۲ ربیع الاول، اس سلسلے میں ہم تحقیق کے ساتھ صرف یہی نعرہ بلند کرتے ہیں کہ ان کی بات تو صرف قرآن و حدیث ہی سے ہوتی ہے لہٰذا ادھر ادھر جانے کے بجائے جو بھی ان کا دعویٰ ہو خواہ نو ربیع الاول کا یا بارہ ربیع الاول کا اس پر قرآن یا حدیث صحیح مرفوع سے دلیل دیں، وقت کی کوئی قید نہیں ہے۔

ثانیاً...... ہم قیاس کے ماننے والے ضرور ہیں مگر قیاس صحیح کے نہ کہ قیاس فاسد کے، افسوس! مخالفین تصوراتی خاکہ بیان کر کے ہمیں غیر صحیح قیاس ماننے کی دعوت دے رہے ہیں حالانکہ جب ہم قیاس

صحیح پر عمل کرتے ہیں تو وہ چیں بہ جبیں ہو کر الزام تراشی کرتے ہیں کہ ہم امام کے قول کے مقابلہ میں کتاب وسنت پس وپیش ڈال دیتے ہیں، نعوذ باللہ من ذلک۔

ثالثاً...... مخالفین کے پاس ۱۲ ربیع الاول میں رنج وغم اور افسوس کرنے پر کوئی دلیل ہے؟ اگر ہے تو اس کا صحیح وصریح حوالہ کتاب و سنت سے بیان کریں ورنہ بتائیں کہ تصوراتی خاکہ کے تحت یہ بات کس دلیل سے کہی ہے؟

رابعاً...... جب نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کا وصال شریف ۱۲ ربیع الاول میں ہوا اور بقول مخالفین چاہیے کہ اس دن رنج وغم اور افسوس کیا جائے نہ کہ خوشی اور اظہار مسرت، اگر کوئی اس تبلیغ المیہ سے متاثر ہو کر منہ بسور لے اور اس پر فاعل مستقیم بن جائے تو آیا یہ ان کے نزدیک جائز ہوگا یا بدعت مذمومہ، اگر جائز و درست ہوگا تو اس پر کون سی دلیل صحیح ہے؟ نیز کیا یہ عمل صحابہ کرام اور تابعین عظام نے اپنی اپنی حیات میں ہر سال کیا ہے؟ (مخالفین بھی ہم سے اسی قسم کے سوالات کرتے ہیں) اگر یہ عمل بدعت ہوگا تو کیا یہ ایک بدعت سے

نکال کر دوسری بدعت میں داخل کرنا نہیں ہے پھر بھی رنج وغم اور افسوس کی بات کرنا کیا یہ بگلا بگھت کی بات معلوم نہیں ہوتی ہے۔

خامساً..... مخالفین کے بیان کردہ تصوراتی خاکہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک شادی کی خوشی منانا جائز ہے البتہ نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشی منانا جائز نہیں جبکہ ہمارے نزدیک دونوں خوشیاں منانا جائز و درست ہیں یاد رہے کہ ہمارے نزدیک نکاح کرنا عبادت بلکہ اپنی معنویت کے اعتبار سے نفلی عبادت سے افضل ہے کیونکہ نکاح کی وجہ سے انسان گناہوں سے بچتا ہے اور نکاح کے سبب سے انسان نیک اولاد کے حصول کی کوشش کرتا ہے اور بیوی اور بچوں کے لئے کسب کرتا ہے اور ان کا پیٹ پالتا ہے اسی اعتبار سے ابن ماجہ میں روایت ہے:

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْأَزْهَرِ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ مَيْمُونٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي... إلخ.

"سنن ابن ماجة"، كتاب النكاح ، باب: ما جاء في فضل النكاح، رقم الحديث: (١٨٤٦)، صـ ٣١٠ [مطبوعة دار إحياء التراث العربي بيروت].

ترجمۂ حدیث: ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: نکاح میری سنت ہے، جس نے میری سنت پر عمل نہ کیا وہ مجھ سے نہیں۔

ابن خزیمہ کی ایک دوسری روایت میں ہے:

نا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ، نَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ، نَا شُعْبَةُ، عَنْ حصين، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي.

"صحيح ابن خزيمة"، جماع أبواب المسح على الخفين، باب: التغليظ في ترك المسح على الخفين رغبة عن السنة، رقم الحديث:(١٩٧)، جـ ١، صـ ٩٩ [طبعة المكتب الإسلامي بيروت].

ترجمۂ حدیث: جس نے میری سنت سے اعراض کیا تو وہ مجھ سے نہیں کیا۔

لہذا جب اس عبادت کا موقع میسر آئے تو بندہ مومن اس پر شکر الٰہی بجالائے اور خوشی منائے لیکن خوشی منانے کا طریقہ خلاف شرع

مطہر اور اس سے متصادم نہ ہو بلکہ شریعت مطہرہ کے دائرہ میں ہو اگر چہ اس طریق پر خوشی پہلے منائی گئی ہو یا نہیں۔مخالفین اگر اس کی تفصیل دیکھنا چاہیں تو ہم اس سلسلے میں دو نام بتا دیتے ہیں:

(۱) ''تکملہ فتح الملھم''، یہ ان کے برادر معنوی کی تحریر ہے۔

(۲) ''لغات الحدیث''، یہ ان کے علامہ کی تصنیف ہے۔

نیز مخالفین یہ بتائیں کہ ان کے نزدیک شیخ ابن تیمیہ اور شیخ ابن قیم کے قول کے مطابق شادی کی خوشی منانا جائز ہے یا اہلحدیث کے پیشوا شیخ ابن حزم کے مطابق شادی کی خوشی منانا جائز ہے۔(جیسا کہ ان ہی کے علامہ وحید الزمان نے لغات الحدیث میں لکھا ہے)

"لغات الحدیث"، کتاب السین ص ۱۰۱،[مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی]۔

بہر حال جو بھی ان کی رائے ہو اسے بیان کریں تا کہ ان کی ساری توانائیاں محض ائمہ اربعہ کے اختلاف کو بیان کرنے ہی میں خرچ نہ ہو جائیں اور لوگ بھی اس بات کو جاننے سے محروم نہ رہ جائیں کہ ان حضرات میں کتنے فرقے بنے ہوئے ہیں اور ان کے مابین کتنے اختلافات ہیں؟ ذکر کردہ بات کو با آسانی بیان کرنے کے

لئے ہم چند رسائل کے نام مخالفین کے گوش گذار کرتے ہیں تا کہ وہ ائمہ اربعہ کے باہمی اختلاف کے درپے ہونے کے بجائے کچھ توانائیاں اس سلسلے میں بھی خرچ کریں۔

مثلاً اربعین سامنے رکھ کر "ثنائیہ" اور "غزنویہ" خیالات پر روشنی ڈالیں، ساتھ ہی "الفضیلۃ الحجازیۃ" سے خانپوری مقالات بھی اپنی برادری کے گوش گزار کریں اور اگر "فیصلۂ مکہ" کو بھی پیش نظر رکھ کر اظہار خیال فرمائیں تو ان کے سامعین کو مفید معلومات حاصل ہوں گی البتہ یہ ان کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ فتنہ ثنائیہ کو زیر بحث لائیں یا نہ لائیں کیونکہ بار پہلے ہی زیادہ ہو چکا ہے، ہاں! اس بار بوجھ کو ہلکا کرنے کے لئے اپنے خطاب میں "مظالم روپڑی" کو شامل کرلیں تو شاید کچھ توازن قائم ہو جائے، نیز بہتر ہوگا کہ "مقاصد الامۃ" کی روشنی میں اپنے ہمنواؤں کو کچھ یہ بھی بتادیں کہ مولوی عبدالوہاب ملتانی نے کیا گل کھلائے ہیں البتہ اگر اس کے ساتھ "ظلِ محمدی" کو زیر بحث لے آئیں تو ہمنواؤں کو سمجھنے میں آسانی ہو جائے گی۔

فی الحال ہم اس پر اکتفا کرتے ہیں اگر ہم نے جان لیا کہ مخالفین
محض تردد و مذمت کرنے کے لئے جہاں دوسروں کی کتاب ورسائل
کی ورق گردانی کرتے ہیں وہاں خود ساختہ اہلحدیث حضرات کے
مابین اختلافی امور کو بیان کرنے اور ان میں سے قابل تردید و مذمت
امور کو آشکارا کرنے کے لئے اپنوں کی کتب ورسائل کا مطالعہ بھی
کرتے ہیں تو ہم شیخ وحید الزمان اور قاضی شوکانی وغیرہ کی تصانیف
سے مزید نام بتادیں گے تا کہ مخالفین وہ عبارات بھی اپنے سامعین
کے کانوں تک پہنچا سکیں جن میں شیعہ حضرات کی روش پر تبرا بازی
اور مرثیہ خوانی کی گئی ہے بلکہ ہوسکتا ہے کہ مخالفین نے شیخ وحید الزمان
اور قاضی شوکانی کی عبارات سے متاثر ہو کر میلاد پر رنج وغم اور افسوس
کرنے کی دعوت دی ہو مگر جب ہم مخالفین کے ماہ محرم میں بیان کردہ
مسئلہ یزید پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے باب
یزیدیت میں مذکورہ بالا دونوں حضرات کو کوسوں پیچھے چھوڑ دیا ہے اور
آخر میں ہم ان سے شیخ اسماعیل دہلوی کی وہ عبارات منظر عام پر
لانے کی گزارش کریں گے جن سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ معاذ اللہ

تعالیٰ، پوری امت مسلمہ شرک کی وبا میں مبتلا ہے اور اتنی سنگین بات ہے کہ خود مخالفین کے علامہ شیخ وحید الزمان بھی اسے ہضم نہ کرسکے اور بالآخران کو یہ بات اگلنی پڑی کہ تعجب ہے ان اہلحدیث پر جو شرک وبدعت میں محمد بن عبدالوہاب اور مولانا اسماعیل کے مقلد بن جاتے ہیں اور دوسرے دلائل کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتے ﴿إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ﴾ [النجم : ۲۳] یعنی ان کی حالت یہ ہے کہ محض گمان کی اور خواہشات نفس کی پیروی کر رہے ہیں۔(از رضوی) عجیب بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اور علماء سلف کی نسبت تو (یہ اہلحدیث) کہتے ہیں وہ معصوم عن الخطاء نہ تھے انہوں نے بہت سے مسائل میں خطا کی اور جب یہ کہو کہ ابن تیمیہ یا ابن قیم یا شاہ ولی اللہ یا مولانا اسماعیل یا قاضی شوکانی یا نواب صدیق حسن خان نے اس مسئلہ میں خطا کی تو فوراً کان کھڑے کرکے چراغ پا ہو جاتے ہیں گویا ان متاخرین کو معصوم عن الخطاء سمجھتے ہیں یہ تو وہی مثال ہے: فَرَّ مِنَ الْمَطَرِ وَقَامَ تَحْتَ الْمِيزَابِ۔ ''یعنی بارش سے بھاگ کر پرنالے کے نیچے کھڑا ہو جانا

''از رضوی۔

باقی رہی یہ بات کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نے امت مسلمہ کو مشرک بنانے کے لئے کس قدر فراخدلی سے کام لیا تو اس کے لئے صرف شیخ نجد کے برادر محترم علامہ سلیمان بن عبدالوہاب متوفی ۱۲۰۸ھ کی کتاب ''الصواعق الإلهية'' اور علامہ سید احمد زینی دحلان مکی شافعی متوفی ۱۳۰۴ھ کی کتاب ''خلاصة الكلام في بيان أمراء البلد الحرام'' اور ''الدرر السنية'' کا مطالعہ کافی رہے گا اس کے باوجود اگر مخالفین کی سیرابی نہ ہو تو وہ علامہ ابو حامد بن مرزوق کی کتاب ''التوسّل بالنبي صلّى الله تعالى عليه وسلم'' زیر مطالعہ لائیں تاکہ ان کو اس بات سے آگاہی ہو کہ وہ علماء اسلام جنہوں نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کے عقائد فاسدہ کے ردّ میں تصنیفات جلیلہ سپرد قلم کی ہیں ان کی تعداد برصغیر پاک وہند کے علماء کے علاوہ چالیس سے تجاوز ہے فی الحال ہم علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ کی ایک عبارت اس سلسلے میں بیان کرتے ہیں، علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ خوارج یعنی فرقۂ ضالہ کا ردّ کرتے ہوئے لکھتے

ہیں:

كما وقع في زماننا في أتباع عبد الوهاب الذين خرجوا من نَجْدٍ، وتغلّبوا على الحرمين وكانوا ينتحلون مذهب الحنابلة، لكنّهم اعتقدوا أنهم المسلمون وأنّ من خالف اعتقادهم مشركون، واستباحوا بذلك قتل أهل السنة وقتل علمائهم.

"حاشية ابن عابدين"، كتاب الجهاد، باب البغاة، مطلب في أتباع "عبدالوهاب" الخوارج في زماننا، جـ ١٣، صـ ١٣٥ [مطبوعة دار الثقافة دمشق].

ترجمہ: جیسا کہ ہمارے زمانے میں عقیدۂ خوارج (ابن) عبدالوہاب کے پیروکاروں میں واقع ہوا جنہوں نے نجد سے نکل کر حرمین شریفین (مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ) پر زبردستی قبضہ کرلیا اور وہ (ظاہر میں) حنبلی مذہب اپناتے تھے لیکن ان کا اعتقاد یہ تھا کہ وہ ہی مسلمان ہیں اور جو ان کے اعتقاد کے مخالف ہیں وہ مشرک ہیں اسی وجہ سے انہوں نے عوام اہلسنت اور ان کے علماء کے قتل کو مباح

(جائز) قرار دیا۔

برادران اسلام!

شیخ نجد محمد بن عبدالوہاب کے متعلق علمائے اسلام کا نظریہ بطور اختصار آپ کے گوش گزار کیا گیا لیکن کچھ ایسے بھی گزرے ہیں جنھوں نے شیخ نجدی کی سوانح حیات پر کتب لکھیں اور خوش فہمی کے ہوائی پل تعمیر کیے۔ یاد رکھئے سب کے سب یا دیوبندی مکتبہ فکر سے وابستہ ہیں یا غیر مقلدین اور نجدی سلسلہ سے تعلق رکھنے والے ہیں۔

ہمیں ملت وہابیہ سے بھلا کیا شکوہ حیرت ان دیوبندی حضرات پر ہے جو اپنے شیخ الاسلام حسین احمد ٹانڈوی اور شیخ الہند خلیل احمد انبیٹھوی اور اپنے محدث کبیر انور شاہ کشمیری کو بالائے طاق رکھ کر شیخ نجدی کے گن گاتے ہیں چنانچہ ہم نے مناسب جانا کہ یہاں دیوبندی حضرات کے محدث کبیر انور شاہ کشمیری کی شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی سے متعلق رائے بیان کردی جائے۔

شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ پر لکھتے ہیں:

أما محمد بن عبدالوهاب النجدي فإنه كان رجلاً

بليداً قليل العلم فكان يتسارع إلى الحكم بالكفر.

"فيض الباري"، جـ ١، صـ ١٧١ [مطبوعۃ المكتبة الرشيدية كوئٹہ]

ترجمہ: محمد بن عبدالوہاب نجدی نہایت بے وقوف اور کم علم شخص تھا یہی وجہ ہے کہ وہ مسلمانوں پر کفر کا حکم لگانے میں بہت جلدی کرتا تھا۔

شیخ نجدی امت مسلمہ کو بیک جنبش قلم کافر قرار دینے والی بات ان کے ایک حامی شیخ علی طنطاوی جوہری متوفی ۱۳۳۵ھ بھی ہضم نہ کر سکے چنانچہ انہوں نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

ترجمہ: جب میں سوچتا ہوں کہ شیخ نجدی اپنے موافقین کے سوا تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیتے تھے حالانکہ تمام مسلمانوں نے نہ قبروں کی عبادت کی ہے اور نہ کوئی کفریہ کام کیے ہیں اگر کچھ کیا ہے تو عام لوگوں نے خصوصاً جبکہ مسلمانوں میں علماء اور مصلحین بھی موجود ہیں یہ تبصرہ کرنے کے بعد موصوف نے لکھا: أقول: ليس للشيخ عذر. میں کہتا ہوں یعنی اس صورت میں شیخ نجدی کا مسلمانوں کو کافر قرار دینے کی صحت کے لئے کوئی عذر نہیں ہے۔

"محمد بن عبدالوہاب"، ص۔۳۶۔

حیرت ہے ان لوگوں پر جنہوں نے شیخ نجدی کی سوانح میں اس کے فتویٰ شرک کی تائید میں انتہا درجہ کا غلو کیا جو امت مسلمہ کو شرک بنانے کے لئے برساتی مینڈکوں کی طرح برساتھا۔

چنانچہ مسعود عالم ندوی نے "محمد بن عبدالوہاب" نامی کتاب کے ص ۲۱ پر اور محمد صدیق قریشی نے "فیصل" نامی کتاب کے ص ۱۲ پر تائیدی غلو کرتے ہوئے لکھا کہ اہل نجد اخلاقی انحطاط میں جس حد سے گزر چکے تھے اور ان کی سوسائٹی میں بھلائی، برائی کا کوئی معیار قائم نہیں رہا تھا مشرکانہ عقیدے صدیوں کے تسلسل سے اس طرح دلوں میں گھر کر چکے تھے کہ ایک بڑا طبقہ ان ہی خرافات کو دین صحیح کا نمونہ جانتا تھا۔

نیز لکھا کہ فاسد عقائد اور بدعات دلوں میں جڑ پکڑنے لگیں، دور جاہلیت پلٹ آیا، حجر اور شجر پرستی کا دور دورہ ہوا۔

ان خوشامد اور چاپلوسی کرنے والوں کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث مبارک گوش

گزار کردی جائے باقی رہی ہدایت تو وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی دست قدرت میں ہے، چنانچہ صحیح مسلم میں ہے:

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحَقُ أَخْبَرَنَا و قَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ أَيِسَ أَنْ يَعْبُدَهُ الْمُصَلُّونَ فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ وَلَكِنْ فِي التَّحْرِيشِ بَيْنَهُمْ.

"صحيح مسلم"، كتاب صفة القيامة والجنة والنار، باب تحريش الشيطان وبعثه سراياه لفتنة الناس، رقم الحديث: [٧١٠٣]٦٥-(٢٨١٢)، صـ١٢٢٤ [دار السلام الرياض].

ترمذی میں ہے:

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ أَيِسَ أَنْ يَعْبُدَهُ الْمُصَلُّونَ وَلَكِنْ فِي التَّحْرِيشِ بَيْنَهُمْ)).

"جامع الترمذي"، كتاب البر والصلة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم،

باب: ما جاء في التباغص، رقم الحديث: (١٩٣٧)، صـ٤٥١ [مطبوعة دار السلام الرياض].

ترجمہ حدیثِ مسلم وترمذی: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان اس بات سے مایوس ہوگیا ہے کہ جزیرۂ عرب میں نماز پڑھنے والے اس کی عبادت کریں لیکن وہ ان کو آپس میں لڑاتا رہے گا۔

نذیر حسین دہلوی غیر مقلد کے چہیتے شاگرد محمد عبدالرحمٰن مبارکپوری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

أَيْ مِنْ أَنْ يَعْبُدَهُ الْمُؤْمِنُونَ، وَزَادَ فِي رِوَايَةِ مُسْلِمٍ: فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ قَالَ الْقَارِي فِي الْمِرْقَاةِ: اِخْتَصَرَ الْقَاضِي كَلَامَ الشُّرَّاحِ. وَقَالَ: عِبَادَةُ الشَّيْطَانِ عِبَادَةُ الصَّنَمِ لِأَنَّهُ الْآمِرُ بِهِ وَالدَّاعِي إِلَيْهِ.

ترجمہ: نماز پڑھنے والوں سے ایمان والے مراد ہیں اور مسلم شریف میں «فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ» کے الفاظ زائد آئے ہیں، علامہ قاری نے مرقات میں فرمایا ہے: قاضی نے شارحین کے کلام کو

مختصر کرتے ہوئے کہا ہے: شیطان کی عبادت سے مراد بتوں کی عبادت ہے، کیونکہ بت پرستی کی طرف بلانے اور اسکی دعوت دینے والا شیطان ہی ہے۔پھر کہتے ہیں:

وَمَعْنَى الْحَدِيثِ أَيِسَ مِنْ أَنْ يَعُودَ أَحَدٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى عِبَادَةِ الصَّنَمِ وَيَرْتَدَّ إِلَى شِرْكِهِ فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَلَا يَرِدُ عَلَى ذَلِكَ اِرْتِدَادُ أَصْحَابِ مُسَيْلِمَةَ وَمَانِعِي الزَّكَاةِ وَغَيْرِهِمْ مِمَّنْ اِرْتَدُّوا بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّهُمْ لَمْ يَعْبُدُوا الصَّنَمَ اِنْتَهَى.

"تحفة الأحوذي شرح جامع الترمذي"، صـ ١٦٣٢[طبعة بيت الأفكار الدولية الرياض].

ترجمہ: حدیث کا معنی یہ ہے کہ شیطان اس بات سے مایوس ہوگیا ہے کہ جزیرۂ عرب میں ایمان والوں میں سے کوئی بتوں کی عبادت میں مبتلا ہو اور بت پرستی کی وجہ سے مرتد ہوجائے، اس حدیث پر یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ مسیلمہ کذاب کے ماننے والے اور مانعین زکاۃ مرتد ہوگئے تھے کیونکہ وہ مرتد تو ہوگئے تھے لیکن بت

پرستی میں مبتلا نہیں ہوئے تھے۔

امام حاکم، امام ابو یعلی اور امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان روایت کیا ہے:

أخبرنا أبو القاسم الحرقي ببغداد، حدّثنا حمزة بن محمد بن العباس، حدّثنا محمد بن غالب، [حدّثنا القعنبي] حدّثنا محمد بن أبي الفرات، حدّثنا إبراهيم الهجري، عن أبي الأحوص، عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ يَئِسَ أَنْ تُعْبَدَ الأَصْنَامُ بِأَرْضِ العَرَبِ».

"شعب الإيمان"، باب في معالجة كل ذنب بالتوبة، فصل في محقرات الذنوب، ٥/٤٥٩، رقم الحديث: (٧٢٦٣) [مطبوعة دار الفكر بيروت] وأخرجه أبو يعلى في مسنده برقم: (٥١١٩)، ٤/١٩١ [مطبوعة دار الفكر بيروت] والحاكم في المستدرك برقم: (٢٢٢١)، ٣/٨٤٢ [مطبوعة نزار مصطفى الباز الرياض].

ترجمۂ حدیث: حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ سرزمین عرب میں بت پرستی قائم کی جائے''۔

برادران اسلام!

شیخ نجدی نے جب محض اپنے گمان فاسد سے امت مسلمہ کو مشرک قرار دیا تو علمائے اسلام نے اس کی تردید ومذمت کی بلکہ خود شیخ نجدی کے بعض حامیوں کو بھی یہ بات ہضم نہ ہوسکی چنانچہ انہوں نے شیخ نجدی کی تعریفات کے ہوائی پل باندھنے کے باوجود اس کو اگل دیا، آج بھی شیخ نجدی کے پیروکار بلا ڈھڑک امت مسلمہ کو مشرک بنانے پر تلے ہوئے ہیں جس کا شکوہ ان مشرکوں کے ایک عالم وحید الزمان نے لغات الحدیث اور ہدیۃ المھدی وغیرہ کتابوں میں واضح طور پر کیا ہے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دماغوں پر وحید الزمان کا شکوہ نہیں بلکہ قاضی شوکانی کا مرثیہ چھایا ہوا ہے جو محمد بن علی قاضی شوکانی متوفی/۱۲۵۰ھ نے شیخ نجدی کی مرگ پر لکھا تھا آپ بھی اس مرثیہ نجدیہ کا کچھ ترجمۂ اردو سماعت فرمالیجئے نیز یہ بھی

اندازہ لگائیے کہ قاضی شوکانی اور شیخ انور شاہ کشمیری کے مابین شیخ نجدی سے متعلق کتنا تضاد ہے قاضی شوکانی کے مرثیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ

''علم کا پہاڑ، اونچائیوں کا مرکز فوت ہوگیا ہے وہ فاضل، نادر روزگار، علماء کی محفل کا مرکز تھا، ہدایت کا پیشوا، ہلاکت آفرینوں کو ختم کرنے والا، دشمنوں کا قلع قمع کرنے والا، فیضانِ علم سے پیاسوں کو سیراب کرنے والا تھا، جس کا نام محمد عظمت والا اونچے ادراک کا مالک تھا، اس کا علمی مقام اتنا بلند کہ کوئی فخر کرنے والا وہاں پہنچنے کی طاقت نہیں رکھتا، تمام نجد کے مضافات اس کے آفتاب کی کرنوں سے روشن ہو چکا ہے اور دلائل کی قوت نے ہدایت کی منزلوں کو پرشکوہ بنا دیا ہے''۔

''شیخ الإسلام محمد بن عبدالوهاب''، ص ۱۰۸۔

غور فرمایئے! جو لوگ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کسی نفع اور ضرر کی طاقت ماننے کو شرک اور کفر قرار دیتے ہیں وہ کس طرح بے خوفی سے شیخ نجدی کو نفع، ضرر علم اور ہدایت کے آسمان پر

پہنچا رہے ہیں۔

یہ مرثیہ شوکانی اسی شیخ نجدی کی مرگ پر کہا گیا تھا جس کے زہریلے اثرات برصغیر میں شیخ اسماعیل دہلوی کے روپ میں ظاہر ہوئے اور موصوف نے ''تقویۃ الایمان'' نامی کتاب لکھ کرامت مسلمہ کو مشرک بنانے کا ناپاک مشغلہ اپنے ساختہ دین کا اولین رکن اور اپنے ضابطہ حیات کا اہم ترین باب بنالیا، اس پر برصغیر کے ایک صد کے قریب علماء اسلام نے تقویۃ الایمان نامی کتاب اور ملت وہابیہ کی تردید میں کلی یا جزئی رد بصورت کتب و رسائل لکھا جس کی تفصیل ''مشعل راہ'' ص۲۴۹ تا ص۲۵۹ [مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور] پر دیکھی جاسکتی ہے۔

وہ مخالفین اس پر غور کریں جو ہمارے متعلق یہ پروپیگنڈہ کرتے نہیں تھکتے کہ فلاں کو کافر بنا دیا، اس کو کافر کہہ دیا، اس کو کافر کہہ دیا حالانکہ ہم دلائل کی روشنی میں اس پروپیگنڈہ باز حضرات کی حالت بیان کرچکے ہیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ ان کی مثال ایسی ہے کہ اور کو نصیحت اپنے تئیں فضیحت۔

یاد رکھئے کہ ہم کسی مسلمان کو ہرگز کافر نہیں کہتے البتہ اگر کوئی مسلمان (معاذ اللہ) کفر کرے تو وہ کافر ہی کہلائے گا جب تک وہ کفر سے توبہ نہ کرے اور اگر وہ توبہ کرنے کے بجائے اپنے کفر ہی پر اڑا رہے تو ہمارا اپنی زبان سے اسے کافر نہ کہنا بھی اس کے کفر کو اسلام میں نہیں بدل سکتا رہا کافر کو کافر جاننا تو یہ شریعت محمدیہ کے مطابق ہے اگر شریعت وہابیہ میں کافر کو مسلمان جاننا ضروری ہے تو ہمیں اس سے کیا بحث، جن کی شریعت وہ خود اسے جانیں۔

پھر یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ بات ہمارے معتبر و مستند علماء کی بیان کی جائے کسی چلتے پھرتے کی بات کو ہمارا مسلک قرار دینا اہل علم کی شان سے بعید ہے نیز یہ بھی اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ ہمارے جن علماء نے کسی کی تکفیر کی ہے تو ساتھ ہی وجہ کفر بھی بیان کی ہے مخالفین کی طرح بے وقت کی راگنی الاپنے کا جوش ہمارے علماء میں نہیں بلکہ انہوں نے ہوش کے ساتھ احتیاط کو پیش نظر رکھتے ہوئے مسئلہ تکفیر پر قلم اٹھایا ہے ایک حوالہ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت کا اس باب میں کافی ہے، چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں اعلیٰ حضرت شیخ اسماعیل

دہلوی کے متعلق لکھتے ہیں:

ان کے امام اسماعیل دہلوی کا یہ قول (یعنی اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے) صریح ضلالت وگمراہی وبد دینی ہے جس میں بلا مبالغہ ہزارہا وجہ سے کفر لزومی ہے، جمہور فقہاء کرام کے طور پر ایسی ضلالت کا قائل صریح کافر ہو جاتا ہے اگر چہ ہم باتباع جمہور متکلمین کرام صرف لزوم پر بے التزام کافر کہنا نہیں چاہتے اور ضال، مضل بد دین کہنے پر قناعت کرتے ہیں۔

"الفتاوی الرضویة"، جـ ۱۵، صـ ۶۵۱ [مطبوعۃ رضا فاؤنڈیشن لاہور].

اب سنئے مخالفین کا معاملہ سو وہ یہ ہے کہ کسی نے یا رسول اللہ کہہ دیا تو وہ مشرک ہو گیا کسی نے گیارہویں کر لی تو وہ مرتکب حرام ہو گیا کسی نے میلاد منالیا تو وہ بدعتی ہو گیا اسی طرح لگاتار فتویٰ بازی جاری رہتی ہے رہا یہ مطالبہ کہ کیا ان فتاویٰ کی صحت پر صحیح اور صریح دلائل کتاب وسنت سے ہیں تو اس پر قرآن کی آیتیں اور احادیث پڑھ کر پھر اس کا معنیٰ ومطلب اپنی منشا کے مطابق کر کے لوگوں کو جتلا دیا کہ ہم ہی پکے اہل حدیث ہیں باقی تو مشرک وبدعتی ہیں ہم

اس پر اتنا ہی کہتے ہوئے اصل بات کی طرف آتے ہیں کہ یہ منہ اور مسور کی دال۔

اصل بات یہ تھی کہ وہ گھر جس میں شادی کی خوشیاں منائی جارہی ہوں اور اسی دن چاشت کے وقت اس گھر میں کسی کا انتقال ہو جائے تو خوشیاں باقی رہیں گی یا وہ گھر ماتم کدہ بن جائے گا۔

برادران اسلام!

اس تصوراتی خاکہ اور قیاس ماتمی پر سب سے پہلی بات یہ ہے کہ مخالفین نے اپنے تصوراتی خاکہ میں خوشی اور غمی کو اصلاً ایک ہی دن میں مانا ہے حالانکہ اس تصوراتی خاکہ سے جس چیز کی وہ تردید کررہے ہوں وہاں یہ صورت نہیں ہیں کیونکہ کسی کے انتقال پر سوگ اور غم صرف تین دن ہے اور وفات کا غم، وفات سے تین روز کے بعد کرنا شرعاً ممنوع ہے سوائے بیوہ کے کہ اس کے لئے شوہر کی وفات پر چار ماہ دس دن سوگ منانا واجب ہے لہٰذا جب ۱۲ ربیع الاول کو یوم وصال ہے تو بھی اس پر اس دن سوگ وغم منانا جائز نہ ہوگا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کو چودہ سو سال سے زائد عرصہ

گزر چکا ہے۔

سامعین کرام!

اب آپ بخوبی جان چکے ہوں گے کہ مخالفین کا تصوراتی خاکہ سے قیاس ماتمی کرنا قیاس مع الفارق ہی نہیں بلکہ خلاف شرع بھی ہے اب غور کیجئے کہ کیا ان پر وہ مثال صادق نہیں آتی جو انہوں نے ہمارے متعلق بیان کی تھی یعنی کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قیاس آرائی کرتے ہوئے مخالفین کے اذہان میں اس فکر نے ہل چل مچا دی ہو کہ اس منبر پر قیاس کا رد کرنے کے باوجود وہ خود قیاس کر رہے ہیں لوگ کیا کہیں گے؟ اور یوں بوکھلاہٹ میں ایسا قیاس کیا کہ "کوا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا" کے نمونہ بن گئے۔

آیئے اب ہم ایک حوالہ اس باب میں آپ کے گوش گزار کرتے ہیں پھر آخر میں خالصتہً حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روشنی میں مخالفین کی قیاس ماتمی کی سسکی بھی بند کر دیں گے اور اس

سلسلے کی یہ آخری بحث مخالفین کے لئے بالخصوص قابل غور ہے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱/ھ اسی مذکورہ سوال کا جواب دیتے ہوئے ''الحاوی للفتاویٰ'' پر لکھتے ہیں۔

ترجمہ: اولاً اس بات کے جواب میں کہا جائے گا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہم پر عظیم تر نعمت ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہمارے لئے عظیم تر مصائب سے ایک ہے اور شریعت مطہرہ نے نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے اظہار پر ابھارا ہے اور مصائب کے وقت سکون وصبر اور چھپانے کا حکم دیا ہے اور بلاشبہ شریعت مطہرہ نے ولادت کے موقع پر عقیقہ کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ بچے کے پیدا ہونے پر خوشی اور اظہار شکر کے اظہار کی ایک صورت ہے لیکن موت کے وقت اس طرح خوشی وغیرہ کرنے کا حکم نہیں دیا ہے کہ یہ خوشی کا موقع نہیں ہے بلکہ نوحہ کرنے اور بے صبری سے منع کیا ہے پس قواعد شرعیہ اس بات پر دلیل ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت پر اس مہینے میں خوشی کا اظہار کیا جائے نہ یہ کہ اس مہینے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال پر غم کا اظہار

کیا جائے۔

"الحاوي للفتاوي"، جـ ۱، صـ ۲۲٦، [دار الفكر بيروت].

برادران اسلام!

ہم پہلے واضح کر چکے ہیں کہ ۱۲ ربیع الاول نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یوم میلاد ہے اور جب ۱۲ ربیع الاول کو یوم وصال بھی ہے تو پھر بھی اس تاریخ کو میلاد کی خوشی کا اظہار جائز ہی رہے گا اور وفات اقدس کا سوگ منانا بھی ممنوع ہوگا کیونکہ نعمت کی خوشی منانا شرعاً ہمیشہ اور بار بار محبوب ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نزول مائدہ کے دن کو اپنے اولین وآخرین کے لئے یوم عید قرار دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا ﴾ [المائدة : ۱۱٤].

ترجمہ: عیسیٰ بن مریم نے عرض کی اے اللہ! اے ہمارے رب ہم پر آسمان سے ایک خوان اتار کہ وہ ہمارے لئے عید ہو، ہمارے اگلے اور پچھلوں کی"

اس سے معلوم ہوا کہ جس دن اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہو اس دن کو عید بنانا اور خوشی منانا، شکر الٰہی بجالانا طریقہ صالحین ہے۔

اس آیت کریمہ میں ﴿لِّأَوَّلِنَا﴾ اور ﴿وَآخِرِنَا﴾ کے کلمات اس بات کی طرف دلالت کر رہے ہیں کہ مائدہ اترنے کے بعد جو امت آئے گی اس کے دور اوائل میں بھی لوگ ہوں گے اور دور اواخر میں بھی پس جو پہلے دور میں ہوں وہ بھی اسے عید کے طور پر منائیں گے اور جو آخری دور میں ہونگے وہ بھی یہی روش اور طریقہ اپنائیں نیز ﴿لِّأَوَّلِنَا﴾ اور ﴿وَآخِرِنَا﴾ میں کلمہ ''نا'' بمعنی ''ہمارے'' اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عید اور خوشی وہی منائے گا جو ہم سے ہوگا کیونکہ اسے ہمارے اوپر اترنے والی نعمت کی خوشی بھی ہوگی اور جسے اس نعمت کے اترنے کی خوشی نہیں ہوگی وہ ہم سے لاتعلق ہے۔

نعمت خوان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں اپنی امت کے اوائل و اواخر کے لوگوں کے لئے عید ہونے کی دعا کی کیا اس سے ظاہر نہیں ہوتا کہ یہ دن جب بھی آئے تو اس میں عید اور خوشی

کا سماں اور شکر الٰہی عیاں ہو اور نعمت خوان کی خوشی کی تکرار ہوتی رہے اس لئے خوشی منانا اور شکر الٰہی بجالانا شرعاً بار بار محبوب ہے

غور فرمایئے ایک طرف نعت خوان ملنے پر بار بار اس کی خوشی کرنے اور اس دن کے عید ہونے کی التجا ہو اور دوسری طرف نعمت ولادت سرورِ دو جہاں پر بار بار نہیں بلکہ ایک بار ہی خوشی کرنے اور اس دن کو عید کہنے پر بدعت کا فتوٰی ہو، کیا منہ سے کاغذی پھول جھڑتے ہیں اس پر ہم اتنا ہی کہتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں کہ کیا اندھیر نگری ہے؟

قرآن کے بعد اب حدیث کی روشنی میں اس بات کو سمجھئے کہ خوشی منانا اور شکر الٰہی بجالانا بار بار محبوب ہے چنانچہ امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱/ھ الحاوی للفتاوی پر بخاری و مسلم کی حدیث عاشوراء کے تحت لکھتے ہیں:

ترجمہ: اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جس معین دن میں اللہ تعالیٰ نے نعمت عطا کر کے یا بلا ٹال کر احسان فرمایا ہو تو وہ خاص دن جب ہر سال لوٹ آئے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

"الحاوي للفتاوي"، جـ ١، صـ ٢٢٩ [دار الفكر بيروت].

لیکن جہاں تک سوگ اور رنج وغم کا تعلق ہے تو وفات سے تین روز بعد کرنا جائز نہیں سوائے بیوہ کے کہ اس کے لئے شوہر کی وفات پر چار ماہ دس دن سوگ کرنا واجب ہے چنانچہ امام مالک متوفی ۱۷۹ھ، امام ابو بکر عبدالرزاق متوفی ۲۱۱ھ، امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ، امام مسلم متوفی ۲۶۱ھ، امام ابو داؤد متوفی ۲۷۵ھ، امام ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، امام نسائی متوفی ۳۰۳ھ، امام ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، امام دارمی متوفی ۲۵۵ھ، امام ابو بکر بزار متوفی ۲۹۲ھ، امام ابو محمد بن عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری متوفی ۳۰۷ھ، امام طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ رحمہم اللہ تعالی حضرت سیدتنا زینب بنت اُبی سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ: عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ هٰذِهِ الْأَحَادِيثَ

الثَّلَاثَةَ.

قَالَتْ زَيْنَبُ: دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُوُفِّيَ أَبُوهَا أَبُو سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ، فَدَعَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ بِطِيبٍ فِيهِ صُفْرَةٌ خَلُوقٌ أَوْ غَيْرُهُ فَدَهَنَتْ مِنْهُ جَارِيَةً ثُمَّ مَسَّتْ بِعَارِضَيْهَا ثُمَّ قَالَتْ: وَاللَّهِ مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا». قَالَتْ زَيْنَبُ: فَدَخَلْتُ عَلَى زَيْنَبَ ابْنَةِ جَحْشٍ حِينَ تُوُفِّيَ أَخُوهَا، فَدَعَتْ بِطِيبٍ، فَمَسَّتْ مِنْهُ ثُمَّ قَالَتْ: أَمَا وَاللَّهِ مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ: «لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ، أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا».

"صحيح البخاري"، كتاب الطلاق، باب تحدّ المتوفى عنها زوجها أربعة أشهر وعشرا، برقم: (٥٣٣٤، ٥٣٣٥)، صـ٩٥٢ [دار السلام الرياض]، "الموطأ للإمام مالك"، كتاب الطلاق، باب

ما جاء في الإحداد، برقم: [١٢٦٨] (١١٢)، صـ٣٣٤ [المكتبة العصرية بيروت]، "صحيح مسلم"، كتاب الطلاق، باب وجوب الإحداد في عدة الوفاة..، برقم: [٣٧٢٥]٥٨-(١٤٨٦)، [٣٧٢٦]٥٨-(١٤٨٧) صـ٦٤٤[دار السلام الرياض]، "سنن الترمذي"، كتاب الطلاق، باب ما جاء في عدة المتوفى عنها زوجها، برقم: (١١٩٥، ١١٩٦)، صـ٢٩١[دار السلام الرياض]، "سنن أبي داود"، كتاب الطلاق، باب إحداد المتوفى عنها زوجها، برقم: (٢٢٩٩)، صـ٣٣٤[دار السلام الرياض]، "سنن نسائي"، كتاب الطلاق، باب ترك الزينة للحادة المسلمة..، برقم: (٣٥٣٠)، ٢٠٢/٦[دار الفكر بيروت]، "سنن الدارمي"، كتاب الطلاق، باب في إحداد المرأة على الزوج، برقم: (٢٢٨٤، ٢٢٨٥)، ٢٢٠/٢، [قديمي كتب خانه كراتشي]، "مصنف عبد الرزاق"، كتاب الطلاق، باب ما تتقي المتوفى عنها، برقم: (١٢١٣٠)، ٤٧/٧ [المكتب الإسلامي بيروت]، "شرح معاني الآثار"، كتاب الطلاق، باب المتوفى عنها زوجها، برقم: (٤٤٦٢]، صـ٤٤١[قديمي كتب خانه كراتشي]، "سنن بيهقي"، كتاب الطلاق، باب الإحداد، ٤٣٧/٧ [إداره تاليفات أشرفيه ملتان]، "المنتقى لابن جارود" برقم: (٧٦٥) كتاب الطلاق، باب العدد، ١٩٢/١ [مؤسسه الكتاب الثقافيه بيروت]، "مصنف ابن أبي شيبه"، كتاب الطلاق، ما قالوا في الإحداد، ١٩٩/٤ [مكتبه الرشد الرياض].

ترجمہ: حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ وعلیہ وسلم کی زوجہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد حضرت ابوسفیان بن حرب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا انتقال ہوا تو میں ام حبیبہ کے پاس گئی، ام حبیبہ نے زعفران ملی ہوئی ایک پیلی خوش بو یا کوئی اور خوشبو منگوائی اور ان کی باندی نے وہ خوش بو اُن کے رخساروں پر لگائی، پھر ام حبیبہ نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے خوش بو

کی کوئی ضرورت نہیں ہے لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ وعلیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو عورت اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہے اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی بھی مرنے والے پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے، سوائے اس کے کہ اپنے شوہر کے مرنے پر چار مہینے اور دس دن سوگ کرے۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا کہتی ہیں کہ پھر جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالی عنہا کے بھائی کا انتقال ہو گیا تو میں زینب کے پاس گئی، انہوں نے بھی خوشبو منگوائی اور اس کو لگایا اور کہا: اللہ کی قسم! مجھے خوشبو کی کوئی ضرورت نہیں ہے لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ وعلیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو عورت اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہے اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی بھی مرنے والے پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے، سوائے اس کے کہ اسکا شوہر مر جائے تو وہ چار مہینے اور دس دن سوگ کرے۔

امام مالک، امام محمد، امام ابو بکر عبد الرزاق، امام حمیدی، امام احمد حنبل، امام ابن ابی شیبہ، امام مسلم، امام ابن ماجہ، امام دارمی، امام

طحاوی، امام جارود، امام بیہقی رحمہم اللہ تعالی امہات المومنین سیدتنا عائشہ اور حفصہ سے اور امام طحاوی ام سلمہ رضی اللہ عنہن سے روایت کرتے ہیں:

وحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ رُمْحٍ عَنْ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ نَافِعٍ؛ أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ أَبِي عُبَيْدٍ حَدَّثَتْهُ عَنْ حَفْصَةَ، أَوْ عَنْ عَائِشَةَ أَوْ عَنْ كِلْتَيْهِمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ- أَوْ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ - أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ إِلَّا عَلَى زَوْجِهَا».

"الموطأ للإمام مالك"، كتاب الطلاق، باب ما جاء في الإحداد، برقم: [١٢٧١] (١١٥)، صـ٣٣٥ [المكتبة العصرية بيروت]، "صحيح مسلم"، كتاب الطلاق، باب وجوب الإحداد في عدة الوفاة..، برقم: [٣٧٣٥]٦٣-(١٤٩٠)، صـ ٦٤٦[دار السلام الرياض]، "ابن ماجه"، كتاب الطلاق، باب هل تحد المرأة على غير زوجها؟، برقم: (٢٠٨٥)، صـ، ٣٥[دار إحياء التراث العربي، بيروت]، "مسند أحمد"، مسند السيدة عائشة، برقم: (٢٥٥٧٠)، ٥٥١/٩[دار الفكر بيروت]، "مصنف ابن أبي

شيبة"، كتاب الطلاق، باب: ما قالوا في الإحداد، ١٩٩/٤ [مكتبة الرشد الرياض]."سنن الدارمي"، كتاب الطلاق، باب في إحداد المرأة على الزوج، برقم: (٢٢٨٣)، ٢٢٠/٢ [قديمي كتب خانه كراتشي]، "الموطأ للإمام محمد"، كتاب الطلاق، باب ما يكره للمرأة من الزينة في العدة، ٢٦٧ [قديمي كتب خانه كراتشي]، "مصنف عبد الرزاق"، كتاب الطلاق، باب ما تتقي المتوفى عنها، برقم: (١٢١٣١)، ٤٧/٧ [المكتب الإسلامي بيروت]، "مسند حميدي"، أحاديث أم المؤمنين عائشة، برقم: (٢٢٧)، صـ ٦٦ [أهل الحديث ترست كراتشي]، "شرح معاني الآثار"، كتاب الطلاق، باب المتوفى عنها زوجها، برقم: (٤٤٦٣)، صـ٤٤١[قديمي كتب خانه كراتشي]، "سنن بيهقي"، كتاب الطلاق، باب الإحداد، ٤٣٨/٧ [إداره تاليفات أشرفيه ملتان]، "المنتقى لابن جارود"،كتاب الطلاق، باب العدد، برقم: (٧٦٤) ١٩٢/١، [مؤسسة الكتاب الثقافية بيروت].

ترجمۂ حدیث: حضرت حفصہ، حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ وعلیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہے [یا فرمایا] جو عورت اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتی ہے اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ سوائے

اپنے شوہر کے وہ کسی بھی مرنے والے پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے۔

ائمہ احادیث سیدتنا اُم عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا بِشْرٌ: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ عَلْقَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ: قَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ: نُهِينَا أَنْ نُحِدَّ أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثٍ إِلَّا بِزَوْجٍ.

أخرجه الإمام البخاري في صحيحه، كتاب الطلاق، باب تحد المتوفى عنها زوجها أربعة أشهر وعشرا، برقم: (٥٣٤٠)، صـ٩٥٣، واللفظ له، "وصحيح مسلم"، كتاب الطلاق، باب وجوب الإحداد في عدة الوفاة، برقم: [٣٧٤٢]٦٧(...) صـ٦٤٧، "مسند أحمد"، مسند المصريين، حديث أم عطية، برقم:(٢٠٨٢٠)، ٤٠٠/٧، "صحيح ابن حبان"، كتاب الطلاق، باب ذكر الإباحة للمرأة في الإحداد..، برقم: (٤٢٩٠)، صـ٧٤٦، "ابن ماجه"، كتاب الطلاق، باب هل تحد المرأة على غير زوجها، برقم: (٢٠٨٧)، صـ٣٥١، "سنن أبي داود"، كتاب الطلاق، باب فيما تجتنب المعتدة في عدتها، برقم: (٢٣٠٢)، صـ٣٣٥، "سنن نسائي"، كتاب الطلاق، باب الخضاب للحادة، برقم: (٣٥٣٥)، ٢٠٥/٦، "سنن الدارمي"، كتاب

الطلاق، باب النهي للمرأة عن الزينة في العدة، برقم: (٢٢٨٦)، ٢٢١/٢، "مصنف عبد الرزاق"، كتاب الطلاق، باب ما تتقي المتوفى عنها، برقم: (١٢١٢٨)، ٤٧/٧، "مصنف ابن أبي شيبة"، كتاب الطلاق، باب: ما قالوا في الإحداد، ١٩٩/٤، شرح معاني الآثار"، كتاب الطلاق، باب المتوفى عنها زوجها، برقم: (٤٤٦٧)، صـ ٤٤١، "سنن البيهقي"، كتاب الطلاق، باب الإحداد، ٤٣٩/٧، "المنتقى لابن جارود"، كتاب الطلاق، باب العدة، برقم: (٧٦٦)، ١٩٣/١.

ترجمۂ حدیث: حضرت محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: ''ہمیں اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ سوائے شوہر کے کسی مرنے والے پر تین دن سے زیادہ سوگ کریں''۔

ان روایات کی روشنی میں پتہ چلا کہ تین روز کے بعد وفات کی غمی منانا ممنوع ہے لیکن حصول نعمت کی خوشی بار بار اور ہمیشہ منانا محبوب ہے چنانچہ ہم بارہ ربیع الاول کو وفات اقدس کی غمی نہیں بلکہ نعمتِ میلاد کی خوشی مناتے ہیں۔

علاوہ ازیں نسائی شریف میں ہے:

أَخْبَرَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْجُعْفِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ، عَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَام وَفِيهِ قُبِضَ......إلخ)).

"سنن النسائي"، كتاب الجمعة، باب: إكثار الصلاة على النبي صلّى الله عليه وسلّم يوم الجمعة، رقم الحديث: (١٣٧٠)، الجزء الثالث، جـ ٣، صـ ٨٩ [مطبوعة دار الفكر بيروت].

ترجمہ: حضرت اوس سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارے دنوں میں افضل دن جمعہ کا ہے، اسی روز آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی روز ان کی وفات ہوئی......الخ۔

نیز ابن ماجہ میں ہے:

حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ خَالِدٍ الْوَاسِطِيُّ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ غُرَابٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ أَبِي الْأَخْضَرِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ؛ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ: ((إِنَّ هَذَا يَوْمُ عِيدٍ جَعَلَهُ اللّٰهُ لِلْمُسْلِمِينَ. فَمَنْ جَاءَ إِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ وَإِنْ كَانَ طِيبٌ فَلْيَمَسَّ مِنْهُ وَعَلَيْكُمْ بِالسِّوَاكِ)).

"سنن ابن ماجة"، كتاب الجمعة، باب ما جاء في الزينة يوم الجمعة، رقم الحديث: (۱۰۹۸)، صـ۱۸۵ [دار إحياء التراث العربي بيروت].

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی نے اس جمعہ کے دن کو مسلمانوں کے لیے عید بنایا ہے تو جو کوئی جمعہ پڑھنے کے لیے جائے تو اس چاہیئے کہ غسل کرے، اور اگر اس کے پاس خوشبو ہو تو لگائے اور تم مسواک کو اپنے لیے لازم کرلو۔

معلوم ہوا کہ جمعہ کا دن آدم علیہ السلام کا یومِ میلاد بھی ہے اور یوم وفات بھی اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے وفات غمی کے بجائے یوم میلاد کی خوشی باقی رکھی اور ہر جمعہ کو مسلمانوں کے لئے عید بنایا۔

اب یہ مسئلہ اظہر من الشّمس اور ابین من الامس ہوگیا کہ ایک ہی روز میں اگر غمی اور خوشی کے واقعات جمع ہو جائیں تو غمی کی یاد تین روز

کے بعد ختم ہو جاتی ہے اور خوشی ہمیشہ باقی رہتی ہے لہذا جب بارہ ربیع الاول کو یوم میلاد اور یوم وصال دونوں ہی ہیں تو وفات اقدس کی غمی وفات سے تین روز بعد ختم ہو چکی ہے اور میلاد کی خوشی قیامت تک باقی رہے گی۔ لیکن مخالفین چودہ سو سال سے زائد عرصہ گزر جانے کے بعد بھی آج رنج و غم اور سوگ کی بات کر رہے ہیں کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ انہوں نے عمارت وہابیہ کے دو ستون قاضی شوکانی اور وحیدالزماں (جن کی کتب میں شیعہ گردی پائی جاتی ہے) سے متاثر ہو کر رنج و غم اور سوگ و ماتم کی اینٹوں سے ان ستونوں کو سہارا دینے کی کوشش کی ہے اگر ایسا ہی ہے تو مخالفین خود سوچ لیں کہ انہوں نے اپنا قارورہ کس گردہ سے ملایا ہے اگر مخالفین نے اس سلسلے میں مزید ہرزہ رسائی کی تو پھر ہم انہیں نیل الاوطار اور لغات الحدیث کی سیر کرائیں گے اور بتائیں گے کہ کسی کو شیعہ لکھ دینا الگ بات ہے اور ثابت کرنا الگ بات ہے۔ عقلمند را اشارہ کافی ست

برادران اسلام!

میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لفظ عید بڑھا کر عید میلاد النبی

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنے پر بھی بڑی کھینچ تان کی جاتی ہے، مثلاً کہا جاتا ہے کہ عید تو صرف دو ہیں ایک عید الفطر اور دوسری عید الاضحیٰ پھر بار بار اس آیت کریمہ کی تلاوت کی جاتی ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ [المائدہ : ۳] آج میں نے تمہارے لئے دین مکمل کر دیا ہے، کہا جاتا ہے کہ یوم میلاد النبی کو تیسری عید قرار دینا دین میں زیادتی ہے اس کے بعد حدیث شریف پڑھی جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

((کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ)).

"سنن ابن ماجه"، مقدمة المؤلف، باب اتباع الخلفاء الراشدين، رقم الحديث: (٤٢)، ص١٧ [مطبوعة دار إحياء التراث العربي بيروت].

ترجمۂ حدیث: ہر بدعت گمراہی ہے۔

پھر کہا جاتا ہے کہ یوم میلاد کو عید کہنا بدعت مذمومہ ہے، اس طرح یوم میلاد کو عید سے موسوم کرنے والے مسلمانوں کو گمراہ اور جہنمی بنایا جاتا ہے، قرآن وحدیث سنانے کے بعد پھر قیاس آرائی کی جاتی ہے کہ جو لوگ یوم میلاد کو عید کہتے ہیں وہ اس دن روزہ کیوں رکھتے

ہیں، بھلا کیا عید کے دن بھی روزہ رکھا جاتا ہے؟ مخالفین کا قول یہ ہے کہ یا تو روزہ مت رکھو یا پھر یوم میلاد کو عید کہنا چھوڑ دو۔

سامعین کرام!

آپ نے مخالفین کے اعتراضات کا خلاصہ سن لیا ہے اب بغور جوابات بھی سماعت فرمائیے تا کہ مخالفین کی قلعی کھل جائے اور بے چین کو اطمینان ہو جائے، البتہ وہ شخص جس کی حالت یہ ہو کہ کسی کروٹ چین نہیں یا مثل بے پیندے کا لوٹا ہو تو وہ بے چین اور لڑھکتا ہی رہے گا اسے چین و دوام کیسے حاصل ہوگا؟ سب سے پہلے ہم اس بات پر گفتگو کرتے ہیں کہ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عید کہنے کی وجہ کیا ہے؟ اور اسے عید کہنا درست ہے یا نہیں قرآن کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والتسلیم کا ذکر فرمایا انہوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی:

﴿اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا﴾ [المائدة: ١١٤].

ترجمہ: اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے ایک

خوان اتار کہ وہ (خوان اترنے کا دن) ہمارے لئے عید ہو ہمارے اگلوں اور پچھلوں کی۔

اس آیت کریمہ کے تحت کچھ گفتگو آپ پہلے سماعت فرما چکے ہیں، اس وقت یہ بیان کرنا ہے کہ جس دن دنیا میں نعمت خوان اترے جب وہ یوم عید ہو تو جس دن نعمت سرور دو جہاں کی ولادت ہو تو کیا وہ یوم عید سعید نہیں ہوگا بلاشبہ ہمارے لئے یوم میلاد عید سعید کا دن ہے اگر کسی عنید کے لئے اس دن کو عید کہنا بدعت و گمراہی ہے تو وہ اپنے عناد میں بھٹکتا رہے ہمارا اس کا بھلا کیا ساتھ اب قرآن حکیم کے بعد حدیث کی روشنی میں اس مسئلہ کو سمجھئے۔

بخاری شریف میں ہے:

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ سَمِعَ جَعْفَرَ بْنَ عَوْنٍ: حَدَّثَنَا أَبُو الْعُمَيْسِ قَالَ: أَخْبَرَنَا قَيْسُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْيَهُودِ قَالَ لَهُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! آيَةٌ فِي كِتَابِكُمْ تَقْرَؤُنَهَا لَوْ عَلَيْنَا مَعْشَرَ الْيَهُودِ نَزَلَتْ لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيدًا، قَالَ: أَيُّ

آيَةٍ؟ قَالَ: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ [المائدہ:۳] قَالَ عُمَرُ: قَدْ عَرَفْنَا ذَلِكَ الْيَوْمَ وَالْمَكَانَ الَّذِي نَزَلَتْ فِيهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ قَائِمٌ بِعَرَفَةَ يَوْمَ جُمُعَةٍ.

"صحيح البخاري"، كتاب الإيمان، باب زيادة الإيمان ونقصانه، رقم الحديث: (٤٥)، ص١١ [مطبوعة دار السلام الرياض].

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ یہود میں سے ایک شخص نے آپ سے کہا: یا امیر المومنین! آپ لوگوں کی کتاب میں ایک آیت ہے جسے آپ لوگ پڑھتے ہیں، اگر یہ آیت ہم جماعت یہود پر نازل ہوئی ہوتی تو ہم اس آیت کے نازل ہونے کے دن کو عید بنا لیتے، حضرت عمر نے فرمایا وہ کونسی آیت ہے؟ اس شخص نے کہا: وہ آیت یہ ہے: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ [المائدہ:۳] (اس پر) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: قَدْ عَرَفْنَا ذَلِكَ الْيَوْمَ وَالْمَكَانَ الَّذِي نَزَلَتْ فِيهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ قَائِمٌ بِعَرَفَةَ يَوْمَ جُمُعَةٍ. یعنی بلاشبہ ہم اس دن اور اس جگہ کو جانتے ہیں جس میں یہ آیت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوئی، وہ جمعہ کا دن تھا اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت میدان عرفات میں کھڑے ہوئے تھے۔

برادران اسلام! اسی مضمون کی حدیث درج ذیل دیگر کتب میں بھی ہے:

"صحيح البخاري"، كتاب المغازي، باب حجة الوداع، رقم الحديث: (٤٤٠٧)،

"صحيح البخاري"، كتاب التفسير، باب سورة المائدة، رقم الحديث: (٤٦٠٦)،

"صحيح البخاري"، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، رقم الحديث: (٧٢٦٨)،

"صحيح مسلم"، كتاب التفسير، باب: في تفسير آيات متفرقة، رقم الحديث: [٧٥٢٥]-٣(٣٠١٧)،

"جامع الترمذي"، كتاب تفسير القرآن، باب: من سورة المائدة، رقم الحديث: (٣٠٤٣)،

"سنن النسائي"، كتاب الإيمان، باب زيادة الإيمان، رقم الحديث:

(٥، ٢٢)،

"سنن النسائي"، كتاب مناسك الحج، باب ما ذكر في يوم عرفة، رقم الحديث: (٢٩٩٩)،

حوالہ جات آپ نے سماعت فرمالئے اب پہلے ہم اس حدیث پر علماءِ اسلام کے اقوال قلمبند کرتے ہیں پھر اس پر کئے گئے اعتراض کا جواب آپ کے گوش گزار کریں گے۔

علامہ کرمانی متوفی ۷۸۶ھ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول: "قَدْ عَرَفْنَا" یعنی "بلاشبہ ہم جانتے ہیں کہ یہ آیت کس دن اور کس مقام پر نازل ہوئی" کے تحت لکھتے ہیں:

معناه أنا ما أهملناه لايخفى علينا زمان نزولها ولا مكان نزولها وضبطناه جميع ما يتعلق بها حتى صفة النبى صلّى الله عليه وسلم وموضعه في زمان النزول هو كونه قائماً فقد اتخذنا ذلك اليوم عيداً وعظّمنا مكانه أيضاً.

من حاشية "صحيح البخاري"، جـ١، صـ١١ [مطبوعة قديمي كتب خانه كراچي].

ترجمہ: اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے اسے نظر انداز نہیں کیا ہم

پر اس آیت کے نازل ہونے کا وقت اور مقام مخفی نہیں ہے اور ہم نے اس آیت سے متعلق تمام چیزوں کو ضبط کیا ہوا ہے یہاں تک کہ اس آیت کے نازل ہونے کے وقت میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیفیت اور ان کی جگہ کہ اس وقت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تھے پس بلاشبہ ہم نے اس دن کو عید بنایا ہے اور وہ جگہ بھی ہمارے لئے معظم ہے (جس دن اور جس جگہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تھی)۔

امام نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

ومراد عمر رضی الله عنه أنا قد اتخذنا ذلك اليوم عيداً من وجهين؛ فإنه يوم عرفة، ويوم جمعة، و كل واحد منهما عيد لأهل الإسلام.

"صحيح مسلم بشرح النووي"، الجزء:١٨، جـ٩، صـ١٥٣، كتاب التفسير، باب: في تفسير آيات متفرقة، رقم الحديث: [٧٥٢٥]-٣(٣٠١٧) [طبعة دار إحياء التراث العربي بيروت].

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد یہ تھی کہ بلاشبہ ہم نے

اس دن کو جس میں یہ آیت نازل ہوئی دو وجہ سے عید بنایا اس لئے کہ وہ عرفہ کا اور جمعہ کا دن تھا اور دونوں میں سے ہر ایک اہل اسلام کے لئے عید ہے۔

امام بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

إشارة إلى أنّ ذالك اليوم كان عيداً لنا.

"حاشية جامع الترمذي"، جـ۲، صـ۱۲۹ [مطبوعہ میر محمد کراچی].

ترجمہ: فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے قول میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ دن (جس میں یہ آیت نازل ہوئی) ہمارے لئے عید تھا۔

شیخ سندھی متوفی ۱۱۳۸ھ لکھتے ہیں:

قد جمع الله تعالى لنا في يوم نزولها عيدين منة منه تعالى.

"حاشية سندهي على النسائي"، جـ۲، صـ۲۶۹ [قدیمی کتب خانہ کراچی].

ترجمہ: یعنی بلاشبہ اللہ تعالی نے اس آیت کے نازل ہونے کے دن ہمارے لئے دو عیدیں جمع فرمائیں یہ محض اللہ تعالی کی طرف

سے احسان ہے۔

امام بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں:

معناه: أنا ما تركنا تعظيم ذلك اليوم والمكان، أمّا المكان فهو عرفات، وهو معظم الحج الذي هو أحد أركان الإسلام، وأما الزمان فهو يوم الجمعة ويوم عرفة. وهو يوم اجتمع فيه فضلان وشرفان، معلوم تعظيمنا لكل واحد منهما، فإذا اجتمعا زاد التعظيم، فقد اتخذنا ذلك اليوم عيداً وعظمنا مكانه أيضاً.

عمدة القارى، جـ١، صـ٣٨٨ [طبعة دار الكتب العلمية بيروت].

ترجمہ: فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کا معنی یہ ہے کہ ہم نے اس دن اور جگہ کی تعظیم ترک نہیں کی ہے (جس میں یہ آیت نازل ہوئی)، رہی جگہ تو وہ میدان عرفات تھا اور وہ حج جو ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے اس کا بڑا حصہ ہے اور رہا وقت تو وہ جمعہ اور عرفہ کا دن تھا اور (نزول آیت کا دن) وہ دن ہے جس میں دو فضیلت اور دو شرف جمع ہو گئے اور یہ بات معلوم ہے کہ ہمارے لئے

دونوں میں سے ہر ایک قابل تعظیم ہے پس جب دونوں جمع ہو گئے تو تعظیم بھی زائد ہو گئی لہذا ہم نے اس دن کو (جس میں آیت کا نزول ہوا) عید بنایا ہے اور ہمارے لئے وہ جگہ معظم بھی ہے۔

آیئے اب آخر میں ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت آپ کے گوش گزار کرتے ہیں تا کہ صحیح البخاری، صحیح مسلم ،سنن النسائی اور جامع الترمذی سے ذکر کردہ حدیث پر کوئی مخالفین یہ نہ کہہ دے کہ اس حدیث میں فاروق اعظم نے اس حدیث کے تحت لفظ عید استعمال نہیں کیا ہے اور اقوال علماء ہمارے لئے حجت نہیں ہے۔

برادران اسلام!

موقع آنے پر ہم یہ بھی بتائیں گے کہ ان کے نزدیک کیا چیز حجت ہے اور کیا حجت نہیں ہے؟ فی الحال آپ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سماعت فرمائیے:

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَمَّارِ بْنِ أَبِي عَمَّارٍ قَالَ: قَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ وَعِنْدَهُ يَهُودِيٌّ فَقَالَ: لَوْ أُنْزِلَتْ هَذِهِ عَلَيْنَا لَاتَّخَذْنَا يَوْمَهَا عِيدًا، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَإِنَّهَا نَزَلَتْ فِي يَوْمِ عِيدَيْنِ: فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ وَيَوْمِ عَرَفَةَ.

"جامع الترمذي"، كتاب تفسير القرآن، باب: من سورة المائدة، رقم الحديث: (٣٠٤٤)، صـ٦٨٥ [مطبوعة دار السلام الرياض].

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آیت کریمہ ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِى وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ تلاوت فرمائی تو ان کے پاس ایک یہودی نے کہا: اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس آیت کے نازل ہونے کے دن کو عید بنا لیتے یہ سن کر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: فَإِنَّهَا نَزَلَتْ فِي يَوْمِ عِيدَيْنِ: فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ وَيَوْمِ عَرَفَةَ۔ یعنی بلاشبہ جس روز یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تھی اس دن دو عیدیں تھیں ایک یوم جمعہ اور دوسری یوم عرفہ کی۔

سامعین کرام!

آپ نے حدیث عمر رضی اللہ تعالیٰ اور اسکے تحت اقوال علماء اور بالخصوص حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس بات کو بخوبی جان لیا کہ جمعہ کے دن اور عرفہ کے دن پر لفظ عید کا اطلاق کیا گیا ہے اب مخالفین کی اس بات پر غور کیجئے جس میں یہ کہا گیا تھا عید تو صرف دو ہی ہیں: ایک عید الفطر دوسری عید الاضحیٰ اب مخالفین ہی بتائیں کہ ان کا یہ حصر حقیقی تھا یا حصر فسادی اگر آپ یہ کہیں کہ عید تو صرف دو ہی ہیں تو اس صورت میں ان روایات کا کیا ہوگا جو ہم نے بیان کی ہیں جن میں جمعہ اور عرفہ کے دن پر بھی لفظ عید کا اطلاق کیا گیا ہے، اب مخالفین اس کا جو جواب دیں گے وہی جواب یوم ولادت کو عید کہنے کا ہماری طرف سے بھی ہوگا اور ساتھ ہی یہ بھی پتے چل جائے گا کہ مخالفین کا حصر حقیقی نہیں بلکہ فسادی تھا کیونکہ انہوں نے اس بات کی بنیاد فساد پر رکھی تھی جو اہل محبت سے ڈھکی چھپی نہیں ہے جیسا کہ ہم اس بحث کے آخر میں مزید واضح کریں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

برادران اسلام!

اب آپ غور فرمایئے کے مخالفین جس آیت کریمہ کو پڑھکر یہ

کہتے ہیں کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے علاوہ کسی اور دن کو عید کہنا دین میں زیادتی ہے حالانکہ یہ خود کھلی زیادتی اور حدیث سے بے خبری ہے ؛ کیونکہ ہم نے کئی روایات ابھی آپ کے گوش گزار کی ہیں جس سے یہ بات بالکل ظاہر ہوتی ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ کی کوئی خاص نعمت ملے اس دن کو عید کہنا اور خوشی منانا جائز ہے اور یہ کتنی عجیب بات ہے کہ جس آیت کریمہ کو پڑھ کر مخالفین ہم پر یہ اعتراض کرتے ہیں اسی آیت کریمہ کے متعلق جب یہود میں سے کسی نے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں یہ بات کہی کہ اگر ہم پر یہ آیت کریمہ نازل ہوتی تو پھر ہم اس کے یوم نزول کو عید کا دن مناتے اور اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق بھی آپ نے سنا کہ ان کی خدمت میں بھی یہی بات کہی گئی تھی اور یہ بات کہنے کی وجہ یہ تھی کہ اس آیت میں اسلام کے غلبہ کی بشارت اور تکمیل دین اور اتمام نعمت کا بیان ہے اور یہ بڑی خوشی کی بات ہے لہذا اس آیت کے نزول کے دن کو عید منانا چاہیے پھر مسلمان اس دن کو کیوں عید نہیں مناتے ؟ اس پر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہما دونوں میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ تم جس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے دن کو عید منانے کا کہہ رہے ہو اس میں تو خود اس بات کا بیان ہے کہ دین مکمل ہو چکا ہے اور عید تو صرف دو ہی ہیں ایک عید الفطر اور دوسری عید الاضحیٰ لہذا اب تیسری عید بنانا یہ تو دین میں زیادتی ہوگی جس کے ہم قائل و فاعل نہیں۔

ہیں ایسا تو نہیں کہ جماعت صحابہ نے اس آیت کریمہ کا جو مطلب نہیں لیا تھا وہ ملت وہابیہ نے گھڑ لیا ہے ''یعنی جو کام پہلے نہ تھا پھر بعد میں وہ کام مسلمانوں میں رائج ہو گیا'' وہ مذہب وہابیہ میں دین میں زیادتی تصور کیا جائے گا اور داخل مسجد ہو یا خارج مسجد اسی آیت کریمہ کو بطور دلیل پڑھ کر سنایا جائے گا اور اس بات سے کوئی غرض نہیں ہوگی کہ وہ کام اصول اسلام کے تحت اور خلاف شرع ہے بھی یا نہیں؟

لہذا اس آیت کریمہ ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ پڑھ کر دھوکہ دینے والوں سے ہوشیار رہیے اس لئے کہ فرقہ خوارج نے جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حمایت سے برأت کا اظہار کیا تو

انہوں نے بھی قرآن سے استدلال کرتے ہوئے معاذ اللہ حضرت علی کو مشرک قرار دیا تھا اس کی پوری تفصیل کتب تواریخ میں موجود ہے فی الحال ہم ایک حوالہ غلام احمد حریری کی کتاب ''اسلامی مذاہب '' سے آپ کے گوش گزار کرتے ہیں سماعت فرمایئے، لکھتے ہیں:

خوارج کو فہم دین کی کوتاہی نے اخلاص کے باوجود گمراہ کر دیا اور یہ لوگ اسلام کے جوہر و روح کو پامال کرنے لگے انہوں نے حضرت عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ کو محض اس لئے قتل کر دیا تھا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشرک تصور نہیں کرتے تھے۔

''اسلامی مذاہب'' صـ۸۷.

اب آپ ان خوارج پر غور فرمایئے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر شرک کا فتویٰ جڑ دیا تھا اور قرآن سے ﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ﴾ [الأنعام:٥٧] یعنی ''حکم صرف اللہ کا ہے'' پڑھ کر اس سے یہ استدلال کیا تھا کہ چونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انسان کو حکم (یعنی فیصلہ کرنے والا) بنایا ہے حالانکہ قرآن میں ہے ﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ﴾ یعنی حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے؛ لہذا حضرت علی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ شرک کر کے مشرک ہو گئے۔(نعوذ باللہ من ذالک).

فرقہ خوارج ہی کے بارے میں مشہور دیوبندی عالم بدر عالم میرٹھی لکھتے ہیں:

''ان کے اقوال وعقائد دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ نہایت موٹی عقل اور سطحی علم کے مالک تھے درک مقاصد، فہم معانی، استنباط واستخراج کا ان میں کوئی ملکہ نہ تھا، قرآن شریف پڑھنے کا نہیں شوق ضرور تھا مگر اس کے معانی کی انہیں کوئی اہمیت نہیں تھی، طوطے کی طرح قرآن ان کی زبانوں پر تھا مگر ان کے قلوب اس کی صحیح ہدایات اور لطیف مضامین سے قطعا خالی تھے ان کی اس علمی بے مائیگی کی طرف (بخاری شریف کی) حدیث کے الفاظ ذیل میں اشارہ کیا گیا ہے: «يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ» یعنی وہ قرآن تو بہت تلاوت کریں گے مگر قرآن صرف ان کی زبانوں پر ہوگا، انکے قلوب میں علم وفہم کا کوئی ذرہ نہ ہوگا، دوسری علامت ان کے علم نما جہل کی بتائی گئی ہے کہ (اسی روایت میں ہے):

((يَقْتُلُونَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَيَدَعُونَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ)).

["صحيح البخاري"، كتاب أحاديث الأنبياء، باب: قول الله تعالى: ﴿وَإِلَى عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ﴾، رقم الحديث: (٣٣٤٤)]

یعنی بت پرستوں کو چھوڑ کر اہل اسلام کو قتل کریں گے۔

دیوبندی عالم کے اس مضمون میں جن احادیث کی طرف اشارہ کیا گیا ہے آپ انہیں "مشکاۃ المصابیح" کتاب القصاص، باب قتل أهل الردّة والسعاة بالفساد، صـ۳۰۷، تا ۳۰۹ وکتاب الفتن، باب في المعجزات، صـ۵۳۴، ۵۳۵[قدیمی کتب خانہ کراچی] پر ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

آیئے اب ہم مخالفین کے ایک بہت بڑے عالم شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۳۸ھ کی کچھ باتیں اس سلسلے میں آپ کے گوش گزار کرتے ہیں تاکہ ان کی کہانی ان ہی کی زبانی آپ سن لیں، شیخ وحید الزماں ایک حدیث کے کلمہ کا اردو ترجمہ "نوجوان کم عقل" کرتے ہوئے اس کی تشریح میں "لغات الحدیث"، کتاب الحاء، جـ۱، صـ۲۲ [مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی] پر لکھتے ہیں: (اس سے)

مراد خارجی ہیں، ظاہر میں اچھی بات کہیں گے یعنی قرآن کی آیتوں سے دلیل لیں گے مگر آیتوں کے معنی اپنی خواہش کے مطابق کر لیں گے اور آنحضرت اور صحابہ کرام کی تفسیر کا کچھ لحاظ نہ کریں گے، حضرت عبداللہ بن عمر، ان خارجیوں کو بدترین خلق سمجھتے تھے کیونکہ ان کم بختوں نے کیا کیا تھا کہ جو آیتیں مشرکوں اور کافروں کے باب میں نازل ہوئی ہیں ان کو مسلمانوں پر چیپتے تھے، ابن طاہر فتنی نے کہا: ان سے بدتر وہ لوگ ہیں جو ان آیتوں کو جو یہود کے باب میں نازل ہوئی ہیں علمائے امت محمدیہ پر چیپتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی نحوست سے زمین کو پاک کرے۔

پھر اسی صفحہ مذکورہ پر آگے لکھتے ہیں:

مؤلف (یعنی شیخ وحید الزمان) کہتا ہے کہ ہمارے زمانے میں بھی چند رکابیہ اور نیچریہ اور مرزائیہ اور قادیانیہ اور وجودیہ اور چکڑالویہ اور ثنائیہ فرقے ایسے نکلے ہیں جو قرآن کی آیتوں کی تفسیر اپنی ہوائے نفسانی کے مطابق کرتے ہیں اور صحابہ اور تابعین کی تفسیر کی پابندی نہیں کرتے ان میں کچھ تو کافر ہیں، جو اصول اسلام یا

متواترات کا انکار کرتے ہیں، کچھ مسلمان ہیں مگر گمراہ ہیں جیسے وہ رکابی (اہلحدیث) جو مکروہ یا حرام یا مختلف فیہ (یعنی اختلافی) کاموں کو شرک قرار دے کر بات بات پر مسلمانوں کو مشرک کہہ دیتے ہیں، ائمہ دین کی توہین کرتے ہیں جو آیتیں یا احادیث بتوں کے باب میں وارد ہوئی ہیں، ان کو انبیاء اور اولیاء اور ملائکہ پر چیپ دیتے ہیں۔

پھر مخالفین کے یہی علامہ موصوف لکھتے ہیں:

مؤلف (یعنی شیخ وحید الزمان) کہتا ہے، جو کوئی شرک اصغر کے کاموں پر مسلمانوں کی تکفیر کرے یا ان کو قتل کے لائق سمجھے یا ان کو قتل کرے وہ بھی خارجی ہے گو ظاہر میں اہل حدیث ہونے کا دعویٰ کرے۔

"لغات الحدیث"، کتاب الخاء، ج۱، ص۲۹ [مطبوعۂ میر محمد کتب خانہ کراچی].

برادران اسلام!

کیا ہماری اس مختصر گفتگو سے یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ محض

قرآن پڑھنے والے کو حق سمجھ لینا بڑی نادانی اور کھلی ہوئی بے وقوفی ہے بلکہ اس بات پر تدبر و تفکر کرنا چاہیے کہ قرآن پڑھ کر خطیب جو مطلب و معنی بیان کر رہا ہے وہ قرآن کی دیگر آیات کریمہ یا احادیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا سلف صالحین یا جمہور مفسرین اور اصول اسلام کے مطابق ہے یا خلاف؟

اب آپ غور فرمائیے کہ وہ حضرات کس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں جو آیت کریمہ ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ پڑھ کر برملا، علی الاعلان میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دن کو عید کہنے والوں کو دین کی زیادتی کرنے والے اور بدعتی شمار کرے حالانکہ ہم کئی روایات آپ کے گوش گزار کر چکے ہیں جن میں اسی آیت کریمہ کے ذکر ہونے کے ساتھ یوم جمعہ اور یوم عرفہ پر بھی عید کا اطلاق کیا گیا ہے جو مخالفین کی اس بات کے خلاف ہے کہ

"عید تو صرف دو ہیں ایک عید الفطر، دوسری عید الاضحیٰ لہذا کسی دن کو خواہ یوم میلاد ہی کیوں نہ ہوں عید قرار دینا محض جعلی اور من گھڑت عید ہے"۔

سامعین کرام!

ہم اس سلسلے میں کچھ تفصیل سے گفتگو کر چکے ہیں کہ ایسی روش اختیار کرنا کن حضرات کا شیوہ ہے، فی الحال یہاں ایک بات عرض کرنی ہے جو یہ ہے کہ بیان کردہ روایات سے معلوم ہوا کہ جس دن اللہ تعالیٰ کی کوئی خاص نعمت ملے اس دن عید منانا جائز ہے، وہ اس طرح کہ اگر یہ بات ناجائز و بدعت ہوتی تو حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما (یہود میں سے اس شخص کو جس نے کہا تھا کہ اس آیت کے نازل ہونے کے دن کو ہم عید منا لیتے اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی) یہ جواب دیتے کہ وہ تمہارا مذہب ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت ملے تو اس دن عید مناؤ ہمارے دین میں تو یہ بدعت اور دین میں زیادتی ہے مگر ان دونوں صحابی میں سے کسی نے بھی یہ نہیں فرمایا بلکہ پوچھنے والے کو یہ جواب دے کر مطمئن کر دیا کہ ہم پہلے ہی سے اس دن کو عید مناتے ہیں اور وہ بھی اس تفصیل سے کہ وہ جگہ (جہاں آیت کریمہ نازل ہوئی) ہمارے لئے عید کی جگہ ہے وہ تاریخ بھی عید کی تاریخ ہے اور وہ دن بھی عید کا دن ہے۔

ظاہر و باہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور اس میں کسی امتی کو کوئی شک نہیں ہے اور رہا شکر کا معاملہ تو اس کے لئے ہم پہلے ہی حدیث بخاری بیان کر چکے ہیں لہذا جس دن یہ نعمت عظمیٰ ملی یعنی یوم ولادت اس کو عید منانا بھلا کیسے ناجائز و بدعت ہوگا اب ہم اس سلسلے میں ان مخالفین کے اعتراض کا جواب بیان کرتے ہیں جو دو عید سے زائد عیدیں ماننے کا اقرار کر کے پھر بھی اعتراض کرتے ہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ مخالفین بھی دو سے زائد عیدیں مان لیں اور گکھڑ منڈی کے نالے سے سیراب ہو کر یہ اعتراضات کر بیٹھیں سو ہم پہلے ہی سے اس پر بند باندھ دیتے ہیں اصل بات یہ ہے کہ گکھڑ منڈی کے ایک دیوبندی شیخ الحدیث سرفراز گکھڑوی صاحب نے اعلیٰ حضرت کا ترجمہ قرآن کنز الایمان اور اس پر لکھا گیا حاشیہ خزائن العرفان از صدر الافاضل حضرت علامہ نعیم الدین مراد آبادی پر اعتراضات "تنقید متین" نامی کتاب لکھ کر شائع کیے تو شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے "تنقید متین" کا

ایسا علمی جواب بصورت کتاب ''توضیح البیان'' میں دیا کہ مخالف کے
لئے بھاگنے کا کوئی راستہ نہ چھوڑا یہی وجہ تھی کہ دیوبندی شیخ الحدیث
جس کے قلم سے اہلحدیث حضرات بھی خائف رہتے ہیں، ایسا مقید
ہوا کہ اسے کتاب مستطاب ''توضیح البیان'' کا جواب دینے کا بارہ
سال تک ہوش نہ آیا، پھر بارہ سال کے بعد ''اتمام البرھان'' کے نام
سے ایک کتابچہ بطور جواب لکھا وہ بھی بامر مجبوری کیونکہ ہر طرف سے
شرمندگی اٹھانی پڑ رہی تھی بہر حال ایک کتابچہ بطور جواب لکھ کر
موصوف نے اپنی شرمندگی پر پردہ ڈالنے کی بظاہر تو کوشش کی لیکن
اس کے مطالعہ سے یہ بات بخوبی معلوم ہوگئی کہ یہ جوابی کتابچہ محض
سوقیانہ تحریر اور سب وشتم سے لبریز ہے، اس لائق نہیں کہ اس کا
جواب دیا جائے تاہم پھر بھی شیخ الحدیث والتفسیر نے جزئیات میں
الجھنے کے بجائے علم وقدرت سے متعلق ہر پہلو پر اصولی مباحث
صرف ڈیڑھ ماہ کی قلیل مدت میں سپرد قلم کرکے ''مقام ولایت
ونبوت'' کے نام سے شائع کردی، ہمارا یہ اعلان ہے کہ جس کا دل
چاہے بلا تعصب محض رضائے الٰہی کہ پیش نظر ''تنقید متین'' اور اس کا

جواب ''توضیح البیان'' کا مطالعہ کرے تو حقیقت حال واضح ہو جائے گی کہ ہماری بیان کردہ باتیں خوش فہمی پر نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی ہیں۔

آیئے اب اعتراض اور اس کا جواب سنیے اور غور کیجئے سرفراز صاحب ''تنقید متین'' ص ۱۵۵ پر لکھتے ہیں:

مولوی نعیم الدین صاحب کا عید میلاد النبی کو حضرت عمر اور حضرت ابن عباس کی حدیث پر قیاس کرنا جہالت کا پلندہ ہے کیونکہ جمعہ اور عرفہ کے دن کو حضرات صحابہ کرام نے از خود متعین و مقرر نہیں کیا اور نہ خود اپنی مرضی سے عید بنایا اور منایا ہے بلکہ ان دنوں کی تعین اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوئی جس کا اعلان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی زبان فیض ترجمان سے کیا اور ظاہر بات ہے کہ شریعت کی طرف سے مقرر کردہ دنوں پر اپنی طرف سے عید میلاد النبی کے دن اور اس دن کے اہتمام اور اس کے جشن کو قیاس کرنا باطل اور فاسد قیاس ہے۔

اعتراض آپ حضرت نے سن لیا اب اس کا جواب شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی کی قلم سے نکلا ہوا

میری زبان سے سنئے:

جہالت کا پلندہ کیا ہے یہ عنقریب ناظرین پر واضح ہو جائے گا، یوم جمعہ اور یوم عرفہ کا دن بعض نعمتوں کے حصول کی بناء پر عید قرار پایا ہے اور ہم نے یوم جمعہ اور یوم عرفہ کے عید ہونے پر عید میلاد کو قیاس نہیں کیا بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جب یوم جمعہ اور یوم عرفہ بعض نعمتوں کے حصول کی بناء پر عید قرار پایا تو بارہ ربیع الاول کا دن جس میں ہمیں کائنات کی سب سے عظیم نعمت حاصل ہوئی بطریق اولیٰ عید قرار پائے گا اور یہ قیاس نہیں ہے، جہالت تو یہ ہے کہ مخالفین کے محقق کو یہ بھی معلوم نہیں کہ قیاس میں مساوات ہوتی ہے اور یہاں مساوات نہیں بلکہ عید ہونے کی علت عید میلاد النبی میں اقوی اور اَولیٰ درجہ میں پائی گئی ہے اس کو دلالۃ النص کہتے ہیں، اصول فقہ کی کتابوں میں اس قاعدہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے، مثلاً قرآن کریم میں ماں، باپ کو ''اُف'' کہنے سے روکا گیا ہے پس انہیں اُف کہنا حرام ہے، اب کوئی شخص اپنے ماں، باپ کو مارنا پیٹنا شروع کر دے اور کہے کہ اُف کہنا حرام ہے جس کی تعیین اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوئی

اور اس کا اعلان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے ہوا مارنے پیٹنے سے کب منع کیا گیا پس اف پر مارنے پیٹنے کو قیاس کرنا نرا باطل اور فاسد قیاس ہے تو بتائیے ایسے شخص کی بات کو کون مانے گا، پس جس طرح ماں باپ کو اُف کہنا حرام ہے تو مارنا پیٹنا بطریق اولیٰ حرام پایا اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ جب جمعہ کا دن چند نعمتوں کی وجہ سے عید قرار پایا تو یوم میلاد جو کائنات کی سب سے عظیم نعمت اور رحمت کا حامل ہے بطریق اولیٰ عید قرار پائے گا، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال الراغب: العيد ما يعاود مرة بعد أخرى، وخصّ في الشريعة بيوم الفطر ويوم النحر، ولما كان ذلك اليوم مجعولاً للسرور في الشريعة كما نبّه النبيّ صلى الله عليه وسلم بقوله: ((أيام منى أيام أكل وشرب وبعال)) صار يستعمل العيد في كلّ يوم فيه مسرّة.

"مرقاة المفاتيح في شرح مشكاة المصابيح"، كتاب الصلاة، باب الجمعة، جـ٣، صـ٤٦٢ [مطبوعة مكتبة حقانية ملتان].

مفردات امام راغب اصفہانی میں مزید یہ بھی ہے:

وعلى ذلك قوله تعالى: ﴿أَنزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا﴾.

"معجم مفردات القرآن" مادة: عود، صـ٣٦٤ [المكتبة المرتضوية].

ترجمہ: امام راغب نے فرمایا کہ عید لغوی اعتبار سے اس دن کو کہتے ہیں جو بار بار لوٹ کر آئے اور اصطلاح شرع میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو کہتے ہیں اور جبکہ یہ شریعت میں خوشی منانے کے لئے مقرر کیا گیا ہے جس طرح اس پر نبی علیہ السلام نے اپنے اس فرمان میں متنبہ کیا ہے کہ ایام منیٰ کھانے پینے اور ازدواجیات کے دن ہیں تو عید کا لفظ ہر مسرت کے دن میں مستعمل ہونے لگا، اور اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿أَنزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا﴾ [مائدة : ١١٤] میں عید سے مسرت اور شادمانی کا دن ہی مراد ہے۔

اب فرمایئے امام راغب اور ملا علی قاری کے بارے میں کیا فتویٰ ہے صدر الافاضل سے تو آپ کو یہ شکوہ تھا کہ انہوں نے یوم

میلاد کو عید قرار دیا ہے اور ان اکابر نے تو ہر خوشی کے دن پر عید کے اطلاق کی تصریح کر دی ہے۔

"توضیح البیان"، ص۔۲۸٦ [مطبوعہ حامد اینڈ سعید کمپنی لاہور]۔

اس کے بعد استاد محترم نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ایک طویل عبارت "ماثبت بالسنۃ" سے نقل کی ہے، ہم یہاں صرف مضمون کی مناسبت کے پیش نظر اس میں سے ایک بات بیان کرتے ہیں جو یہ ہے:

فرحم الله امرءًا اتّخذ ليالي شهر مولده المبارك أعيادًا ليكون أشدّ غلبة على من في قلبه مرض وعناد.

"ماثبت بالسنۃ"، ص۔۱۰٤ [ادارۂ نعیمیہ رضویہ لاہور]۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ کی طرح اسی مضمون کی عبارت امام قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ نے "المواهب اللدنية"، ج۔۱، ص۔۱٤۸ [مرکز اہل سنت گجرات]، علامہ حسین محمد بن محمد دیار بکری متوفی ۹۱۱ھ نے "تاريخ الخميس" ج۔۱، ص۔۲۲۳ پر علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ نے "شرح المولد لابن حجر" میں

لکھی ہے حوالہ کے لئے "الجواهر البحار"، ج۔۳، ص۔۱۱۲۰

[مطبوعة المطبعة العربية بيروت ۱۳۲۷ھ۔] دیکھئے اور علامہ

یوسف بن اسماعیل نبہانی نے "الأنوار المحمدية" ص۔۲۹ پر لکھی

ہے، اس کے علاوہ علماء و مشائخ نے یہ بات اپنی اپنی تصانیف جلیلہ

میں بیان کی ہے۔

علماء اسلام اور مشائخ عظام کی یہ عبارت اپنے مفہوم میں بالکل

واضح ہے سرفراز صاحب اور ان کی پوری جماعت کے خرمن ایمان

کے لئے یہ کلام برق صاعقہ سے کم نہیں۔

اب رہا وہ مسئلہ جو مخالفین نے بیان کیا تھا کہ جب یوم میلاد کو عید

کہا جاتا ہے تو پھر اس دن روزہ رکھنے کا کیا جواز ہے مطلب یہ ہے

کہ یا تو یوم میلاد کو عید مت کہو یا پھر روزہ مت رکھو۔ برادران اسلام!

اس طرح کے لغو اعتراضات اس قابل تو نہیں کہ ان کے جواب

دیئے جائیں مگر ہم نے اس بات کے پیش نظر کہ عید میلاد النبی صلی اللہ

تعالٰی علیہ وسلم کی خوشی منانے کے منکرین کو ہمارے جواب نہ دینے

کی وجہ سے کہیں خوشی منانے کا موقع نہ مل جائے اس کا جواب آپ

کے گوش گزار کرتے ہیں۔

اولاً.....مخالفین کے اعتراض سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دو باتوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔

(۱) یوم میلاد کو عید مت کہو یا

(۲) یوم میلاد کا روزہ مت رکھو۔

اب آپ ان دو باتوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کا حکم دینے والوں سے پوچھئے کہ اس کا اختیار ان کو کس نے دیا ہے؟ بڑے پھنسے! اگر وہ اس اختیار دینے کی نسبت اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کرتے ہیں تو رسوا ہوتے ہیں کیونکہ اس پر تو دلیل طلب کی جائے گی اور وہ نہ ان کے پاس ہے اور نہ ہوگی اور اگر یہ نسبت خود اپنی طرف کرتے ہیں تو بھی بدنام ہوتے ہیں کیونکہ سننے والے کہیں گے ان کی حالت بھی عجیب ہے کہ دوسروں پر نئی چیز گھڑنے کا الزام لگاتے لگاتے خود ہی نئی چیز گھڑنے لگ گئے اور اپنے اوپر نازاں ایسے کہ خود کو موحدین کہتے ہیں اور دوسروں کو مبتدعین و مشرکین۔

ثانیاً..... یوم میلاد کو عید مت کہو۔ یا یوم میلاد کا روزہ مت رکھو۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ

(۱) عید کہو مگر روزہ مت رکھو یا پھر

(۲) روزہ رکھو مگر عید مت کہو۔

اب مخالفین سے پوچھئے پہلی صورت میں عید کہنے کا جواز اور روزہ رکھنے کی ممانعت اور دوسری صورت میں روزہ رکھنے کا جواز اور عید کہنے کی ممانعت پر ان کے پاس کتاب وسنت سے کون سی صحیح دلیل ہے؟ روزہ رکھنے کی ممانعت کے ذکر سے تو ہم بری ہیں البتہ عید کہنے کے جواز کے ضرور قائل ہیں اور اس پر تفصیلی گفتگو ماقبل بیان ہو چکی ہے البتہ مخالفین تو عید کہنے کے جواز کے نہیں بلکہ عدم جواز کے قائل ہیں جبکہ ان کے اس ذکر کردہ اعتراض سے تو یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ عید کہنے کے جواز کے قائل بھی ہیں۔

ثالثاً..... اگر کوئی مسلمان یوم میلاد کو عید نہ کہے اور اس دن روزہ رکھے اسی طرح اس دن کو عید کہے اور روزہ نہ رکھے تو کیا مخالفین ان دونوں سے راضی ہوں گے؟ ہرگز نہیں! تو پھر اس لغو اعتراض کی بھلا

کیا حاجت رہی' اگر وہ ان دونوں قائل و فاعل سے راضی ہیں تو یہ بات واضح ہوگئی کہ عید کہنا بھی درست اور روزہ رکھنا بھی صحیح۔

رابعاً...... ہم تو یوم میلاد کو عید کہنے اور اس دن روزہ رکھنے کے جواز کے قائل ہیں اگر مخالفین اب بھی اپنی پرانی ضد پر اڑے ہوئے ہیں تو وہ بتائیں کہ اس دن کو عید کہنے اور اس کا روزہ رکھنے کی ممانعت کس آیت یا کون سی حدیث میں آئی ہے۔؟

خامساً...... یوم میلاد کو عید کہنے کے جواز پر بالتفصیل پہلے لکھا جاچکا ہے باقی رہا اس دن کا روزہ رکھنا تو وہ صحیح مسلم کی حدیث سے ثابت ہے۔

"صحیح مسلم"، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثة أیام من کل شهر وصوم یوم عرفة وعاشوراء والاثنین والخمیس، رقم الحدیث: [۲۷۵۰] ۱۹۸-(۱۱۶۲)، ص ۱۷۰، [طبعة دار السلام الریاض].

سادساً...... یوم جمعہ اور یوم عرفہ پر عید کا اطلاق آیا ہے جس کی تفصیل پہلے ذکر کی جاچکی ہے حالانکہ ان دونوں میں روزہ رکھنے کا ثبوت حدیث سے ملتا ہے چنانچہ امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مہینہ کے تین دن اور جمعہ کو روزہ رکھتے تھے اور بہت کم روزہ چھوڑتے تھے علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حنفیہ کی دلیل ہے۔

"عمدة القارئ"، جـ۳، صـ۵۰۱ [مطبوعة ....]، "شرح صحيح مسلم"، جـ۳ صـ۱۳۳ [مطبوعة ....]

نیز صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یوم عرفہ کے روزے کا سوال کیا گیا آپ نے فرمایا: اس روزے سے گزرے ہوئے سال اور آنے والے سال کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

"شرح صحيح مسلم"، جـ۳ صـ۱٦۷ [مطبوعة ....]

سابعاً..... ہو سکتا ہے کہ مخالفین نے اس حدیث کو پڑھ کر اعتراض کر دیا ہو جسے کئی محدثین نے روایت کیا ہے مثلاً امام مسلم علیہ الرحمۃ نے اپنی صحیح میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو دن روزے

رکھنے سے منع فرمایا: عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ۔

"شرح صحیح مسلم"، ج۔۳ ص۔ ۱۲۹ [مطبوعة ....].

لیکن اس حدیث کو پڑھ کر یوم میلاد کا روزہ رکھنے پر اعتراض کر دینا کئی وجوہ سے صحیح نہیں:

(۱) اس حدیث میں عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے روزے رکھنے کی ممانعت آئی ہے جبکہ مخالفین یوم میلاد کا روزہ رکھنے سے بھی منع کر رہے ہیں جس کا اس حدیث میں کوئی ذکر نہیں ہے کیا یہ دین میں زیادتی تو نہیں؟

(۲) اس حدیث میں جن عید کے دو دنوں کا روزہ رکھنے کی ممانعت ہے وہ دونوں عید شرعی ہیں اور مخالفین کا اس پر قیاس کرتے ہوئے یوم عید میلاد کا روزہ رکھنے سے منع کرنا قیاس مع الفارق ہے کیونکہ یوم میلاد عرفی ہے نہ کہ شرعی اور یہ بات ظاہر و باہر ہے کہ حدیث میں عید شرعی کا روزہ رکھنے کی ممانعت آئی ہے نہ کہ عید عرفی میں روزہ رکھنے کی۔

(۳) اس حدیث میں دو دن کے روزے رکھنے کی ممانعت آئی

ہے جبکہ مخالفین نے اس حدیث کو پڑھ کر تین روزہ رکھنے کی ممانعت بیان کردی۔ کیا دوسروں کو دین میں زیادتی کا الزام دینے والے خود ہی زیادتی کرنے کے درپے ہو گئے ہیں۔

برادران اسلام!

اب ہم اس سلسلے کو جوڑتے ہیں جسے مخالفین نے توڑ دیا تھا اور توڑنے کی وجہ یہ تھی کہ پہلے تو جوش میں آکر حضرات قدسیہ کا نام فرداً، فرداً ذکر کر کے اس جملے کی تکرار کرتے رہے کہ انہوں نے میلاد منایا ؟ پھر جب ذرا ہوش آیا تو ان کے سارے جوش ٹھنڈے پڑ گئے بلکہ انہیں اپنے بناوٹی عزت وناموس کے لالے پڑ گئے کیوں؟ اس لئے کہ اگر وہ اس سلسلہ کلام کو تیرھویں صدی ہجری تک جاری رکھتے تو سننے والوں کو علماء اسلام کے اقوال وافعال سے محفل میلاد کے جواز و استحباب پر ثبوت مل جاتا‘ اسی فکر سے مبہوت ہو کر انہوں نے تو سلسلہ توڑ دیا مگر ہم نے بفضل اللہ تعالیٰ اسے یوں جوڑ دیا۔ ملاحظہ فرمایئے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ [الانبیاء
:۷]

ترجمہ: ''اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہل علم سے پوچھو''

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان عالیشان پر عمل کرتے ہوئے چاہیے کہ جمہور علماء اسلام سے پوچھا جائے کہ وہ جشن عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ تمام اقوال کا بیان کرنے کا نہ وقت ہے اور نہ گنجائش لہٰذا اقوال کثیرہ سے کچھ بیان کئے جائیں گے اور ان میں بھی اختصار کے پیش نظر عربی' فارسی عبارات حذف کر کے صرف ترجمہ پر اکتفا کیا جائے گا۔

۱...... امام ابوشامہ علیہ الرحمۃ جو امام نووی متوفی ۶۷۲ھ شارح صحیح مسلم کے استاد الحدیث ہیں فرماتے ہیں:

''ہمارے زمانے میں جو بہترین نیا کام کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ لوگ ہر سال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میلاد کے دن صدقات و خیرات کرتے ہیں اور اظہار مسرت کے لئے اپنے گھروں کوچوں کو آراستہ کرتے ہیں کیوں کہ اس میں کئی فائدے ہیں فقراء اور

مساکین کے ساتھ مروت اور احسان کا برتاؤ ہے نیز جو شخص یہ کام کرتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے محبوب کی محبت اور عظمت کا چراغ ضیاء بار ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیدا فرما کر اور حضور کو رحمت للعالمینی کی خلعت فاخرہ پہنا کر مبعوث فرمایا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر بہت بڑا احسان ہے جس کا شکر ادا کرنے کے لئے اس بہجت و مسرت کا اظہار کیا جا رہا ہے"۔

"السیرۃ الحلبیۃ"، جـ۱، صـ۱۲۳ [دار الکتب العلمیۃ بیروت]، "ضیاء النبی" جـ۲، صـ٤۷".

۲.....علامہ ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

(قرون ثلاثہ کے بعد سے) "اہل مکہ و مدینہ، اہل مصر، یمن، شام اور تمام عالم اسلام شرق تا غرب ہمیشہ سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت سعیدہ کے موقعہ پر محافل میلاد کا انعقاد کرتے چلے آرہے ہیں اور ماہ ربیع الاول کا چاند ہونے پر خوش ہوتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کے

تذکرے کا خوب اہتمام کرتے ہیں اور مسلمان ان محافل کے ذریعے اجر عظیم اور بڑی روحانی کامیابی پاتے ہیں"۔

"میلاد النبی"، ص۵۸۔

علامہ موصوف دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

"محفل میلاد کی خصوصی برکتوں سے یہ ہے جو اسکو منعقد کرتا ہے اس کی برکت سے سارا سال اللہ تعالیٰ کی حفظ وامان میں رہتا ہے اور اپنے مقصد اور مطلوب کے جلدی حصول کے لئے ایک بشارت ہے"۔

"ضیاء النبی"، ج۲، ص۴۸ [مطبوعة ....]۔

۳..... امام سخاوی متوفی ۹۰۲ھ لکھتے ہیں:

"موجودہ صورت میں محفل میلاد کا انعقاد قرون ثلاثہ کے بعد شروع ہوا پھر اس وقت کے تمام ملکوں اور تمام شہروں میں اہل اسلام میلاد شریف کی محفلوں کا انعقاد کرتے رہے، اس کی راتوں میں صدقات وخیرات سے فقراء ومساکین کی دلداری کرتے ہیں، حضور کی ولادت باسعادت کا واقعہ پڑھ کر حاضرین کو بڑے اہتمام

سے سنایا جاتا ہے اور اس عمل کی برکتوں سے اللہ تعالیٰ اپنے فضل عمیم کی ان پر بارش کرتا ہے"۔

"السيرة الحلبية"، جـ١، صـ١٢٣ [دار الكتب العلمية بيروت]،"ضياء النبي" جـ٢، صـ٤٧".

۴.....حافظ ابوزرعہ عراقی متوفی ۸۰۶ھ فرماتے ہیں:

محفل میلاد کے بارے میں سوال کیا گیا یہ مستحب ہے یا مکروہ؟ کیا اس بارے میں کوئی نص ہے یا کسی ایسے شخص نے کی ہے جس کی اقتداء کی جائے

آپ نے فرمایا" کھانا وغیرہ کھلانا تو ہر وقت مستحب ہے اور پھر کیا ہی مقام ہوگا جب اس کے ساتھ ربیع الاول میں آپ کے نور کے ظہور کی خوشی شامل ہو جاتی ہے مجھے تو معلوم نہیں کہ اسلاف میں سے کسی نے کیا لیکن اس کے پہلے نہ ہونے سے اس کا مکروہ ہونا لازم نہیں آتا کیوں کہ بہت سے کام اسلاف میں نہ ہونے کے باوجود مستحب بلکہ بعض واجب ہوتے ہیں"

"تشنيف الاذان"، صـ١٣٦.

۵.....امام ابن حجر ہیتمی فرماتے متوفی ۹۷۴ھ فرماتے ہیں:

محفل میلاد اور اذکار جو ہمارے ہاں کیے جاتے ہیں ان میں سے اکثر بھلائی پر مشتمل ہیں جیسے صدقہ، صلوۃ وسلام رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور آپ کی روح پر آپ کی مدح سرائی۔

"فتاوی حدیثیۃ"، صـ۲۰۲ [مطبوعة دار إحياء التراث العربي بيروت].

۶.....شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ فرماتے ہیں:

''اللہ کریم رحم فرمائے اس انسان پر جس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میلاد مبارک کے مہینے کی راتوں کو عید بنایا تا کہ جن لوگوں کے دلوں میں عناد اور نفاق کی بیماری ہے ان پر سخت چوٹ لگے''۔

"ماثبت بالسنة"، صـ۱۰٤ [إدارة نعيمه رضويه لاهور].

شیخ موصوف علیہ الرحمہ دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

''آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے مہینہ میں محفل میلاد کا انعقاد تمام عالم اسلام کا ہمیشہ سے معمول رہا ہے اس کی راتوں میں صدقہ، خوشی کا اظہار اور خصوصا اس موقع پر آپ کی

ولادت پر ظاہر ہونے والے واقعات کا تذکرہ مسلمانوں کا خصوصی معمول رہا ہے“۔

”ماثبت بالسنة“، ص۔۱۰۲ [ادارۂ نعیمہ رضویہ لاہور]۔

۷.....شارح بخاری امام قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

”ربیع الاول چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا مہینہ ہے لہذا اس میں تمام اہل اسلام ہمیشہ سے میلاد کی خوشی میں محافل کا انعقاد کرتے چلے آرہے ہیں اس کی راتوں میں صدقات اور اچھے اعمال میں کثرت کرتے ہیں خصوصاً ان محافل میں آپ کے میلاد کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں حاصل کرتے ہیں۔محفل میلاد کی یہ برکت مجرب ہے کہ اس کی وجہ سے یہ سال امن کے ساتھ گزرتا ہے۔اللہ تعالیٰ اس آدمی پر اپنا فضل و احسان کرے جس نے آپ کے میلاد مبارک کو عید بنا کر ایسے شخص پر شدت کی جس کے دل میں مرض ہے“۔

”المواهب اللدنیة“، ج۔۱، ص۔۱٤۸ [مرکز اهل سنت گجرات]۔

۸.....علامہ محمد بن یوسف شامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

امام نصیر الدین المعروف ابن طباخ نے فرمایا:

”جب کوئی شبِ میلاد اجتماع، صدقہ وخیرات اور خرچ کرے اور ایسی روایاتِ صحیحہ کے تذکرے کا انتظام ہو جو آخرت کا سبب بنیں اور یہ سب کچھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں ہوا، اس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں اور ایسا کرنے والا مستحق اجر وثواب ہوتا ہے، جب اس کا ارادہ ہی محبت اور خوشی ہو“۔

نیز لکھتے ہیں کہ امام جمال الدین کتانی نے فرمایا:

”آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کا دن نہایت ہی معظم ،مقدس اور محترم ومبارک ہے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وجود پاک اتباع کرنے والے کے ذریعۂ نجات ہے جس نے بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا اس نے اپنے آپ کو جہنم سے محفوظ کرلیا۔لہٰذا ایسے موقعہ پر خوشی کا اظہار کرنا حسبِ توفیق خرچ نہایت مناسب ہے“۔

”سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد“، الباب الثالث عشر في عمل المولد الشريف واجتماع الناس له، جـ ١، صـ٣٦٣ [مطبوعة دار الكتب العلمية بيروت].

۹.....علامہ علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

”علماء اور مشائخ محفل میلاد اور اس کے اجتماع کی اس قدر تعظیم کرتے ہیں کہ کوئی ایک بھی اس کی شرکت سے انکار نہیں کرتا۔ ان کی شرکت سے مقصد اس مبارک محفل کی برکات کا حصول ہوتا ہے“۔

"انوار ساطعه" صـ١٤٤، بحوالة "المورد الروي".

۱۱.....شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ لکھتے ہیں:

”مکہ معظّمہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کے دن میں ایک ایسی میلاد کی محفل میں شریک ہوا جس میں لوگ آپ کی بارگاہ اقدس میں درود سلام عرض کر رہے تھے اور واقعات بیان کر رہے تھے جو آپ کی ولادت کے موقعہ پر ظاہر ہوئے اور جن کا مشاہدہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہوا تو اچانک میں نے دیکھا کہ اس محفل پر انوار و تجلیات کی برسات شروع ہوگئی انوار کا یہ عالم تھا کہ مجھے اس بات کا ہوش نہیں کہ میں نے ظاہری آنکھوں سے دیکھا تھا یا فقط باطنی آنکھوں سے، بہرحال جو بھی ہو میں نے غور و خوض کیا تو مجھ پر حقیقت منکشف ہوئی کہ یہ انوار ملائکہ کی وجہ

سے ہیں جو ایسی مجالس میں شرکت پر مامور کیے گئے ہوتے ہیں اور میں نے دیکھا کہ ملائکہ کے ساتھ ساتھ رحمت باری کا نزول بھی ہو رہا تھا''۔

"فیوض الحرمین"، ص۔ ۸۰، ۸۱ [مطبوعة ....].

نیز اپنے والد گرامی شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی متوفی ۱۱۳۱ھ کے حوالے سے لکھتے ہیں

''میں ہمیشہ ہر سال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میلاد کے موقع پر کھانے کا اہتمام کرتا تھا لیکن ایک سال میں کھانے کا انتظام نہ کر سکا ہاں کچھ بھنے ہوئے چنے لے کر میلاد کی خوشی میں لوگوں کو تقسیم کرا دیے رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بڑی خوشی کی حالت میں تشریف فرما ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے وہی چنے رکھے ہوئے ہیں''۔

"الدر الثمین"، ص۔ ٦١ [مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی].

۱۳......علامہ مفتی محمد عنایت احمد کاکوری متوفی ۱۲۷۹ھ لکھتے ہیں

:

''حرمین شریفین اور اکثر بلاد اسلام میں عادت ہے کہ ماہ ربیع الا ول میں محفل میلاد شریف کرتے ہیں اور مسلمانوں کو مجتمع کر کے ذکر مولود شریف کرتے ہیں اور کثرت سے درود پاک پڑھتے ہیں اور بطور دعوت کے کھانا یا شیرنی تقسیم کرتے ہیں سو یہ امر موجب برکات عظیمہ ہے اور سبب ہے زیادت محبت کا ساتھ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے، بارھویں ربیع الاول کو مدینہ منورہ میں یہ محفلیں متبرک مسجد شریف میں ہوتی ہے اور مکہ مکرمہ میں مکان ولادت آنحضرت میں''۔

''تواریخ حبیب الہٰ''، ص ۸ [مطبوعہ..................]۔

۱۴......علامہ احمد زینی دحلان مفتی مکہ متوفی ۱۸۸٦ھ لکھتے ہیں:

''میلاد شریف کرنا اور لوگوں کو اس میں جمع کرنا بہت اچھا ہے''۔

''سیرت نبوی''، ص ٤٥ [مطبوعة ....]۔

۱۵......علامہ موصوف کے شاگرد رشید علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی متوفی لکھتے ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں:

(قرون ثلاثہ کے بعد) ''ہمیشہ مسلمان ولادت پاک کے مہینے میں محفل میلاد منعقد کرتے آئے ہیں اور دعوتیں کرتے ہیں اور اس ماہ کی راتوں میں ہر قسم کا صدقہ کرتے ہیں اور خوشی مناتے ہیں نیکی زیادہ کرتے ہیں اور میلاد شریف پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں''۔

''انوار محمدیہ''، ص ۲۹ [مطبوعۃ ....].

۱۶.....علامہ عبدالحیٔ لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ لکھتے ہیں:

''جو لوگ میلاد کی محفل کو بدعت مذموہ کہتے ہیں خلاف شرع کہتے ہیں دن اور تاریخ کے تعین کے بارے میں لکھتے ہیں'' جس زمانے میں بطرز مندوب محفل میلاد کی جائے باعث ثواب ہے اور حرمین، بصرہ، شام، یمن اور دوسرے ممالک کے لوگ بھی ربیع الاول کا چاند دیکھ کر خوشی اور محفل میلاد اور کار خیر کرتے ہیں اور قرات اور سماعت میلاد میں اہتمام کرتے ہیں اور ربیع الاول کے علاوہ دوسرے مہینوں میں بھی ان ممالک میں میلاد کی محفلیں ہوتی ہیں اور یہ اعتقاد نہ کرنا چاہیے کہ ربیع الاول میں میلاد شریف کیا جائے گا تو ثواب ہوگا ورنہ نہیں''۔

"فتاوی عبد الحی"، ج۔۲، ص۔۲۸۳ [مطبوعۃ..........]۔

نیز مسئلہ میلاد میں بالتفصیل لکھتے ہیں:

''میلاد شریف بدعت وضلالت نہیں دو وجہوں سے وجہ اول یہ ہے کہ میلاد کا مطلب ہے کہ مقرر کوئی قرآن کی آیت یا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث پڑھے اور اس کی تشریح میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضائل ومعجزات ولادت ونسب کے احوال اور ولادت کے خوارق عادت جو آپ سے ظاہر ہوئے بیان کرے جیسا کہ مالکی نے ''النعمۃ الکبری علی العالم بمولد سید ولد آدم'' میں اس کی تحقیق کی ہے ان کے علاوہ علماء ماہرین نے کی ہے یہ حقیقت یعنی میلاد شریف نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے میں موجود تھی اگرچہ یہ نام نہ تھا فن حدیث کے ماہرین پر یہ پوشیدہ نہیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان مجالس وعظ اور تعلیم علم میں فضائل اور حالات ولادت کا ذکر کرتے تھے صحاح میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اپنی مسجد شریف میں منبر شریف پر بٹھاتے تھے

اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت مبارک کو نظم اور اشعار میں پڑھتے تھے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے حق میں دعائے خیر فرماتے اور فرماتے کہ اے اللہ روح القدس سے ان کی تائید فرما۔

دیوانِ حسان کے ناظر پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ان کے قصائد میں معجزات اور ولادت کے حالات نسب شریف کا ذکر موجود ہے ۔پس اس قسم کے اشعار پڑھنا کسی محفل و مجلس میں عین محفل میلاد شریف ہے۔

اگر یہ شبہ دل میں پیدا ہوا کہ اگر چہ نفس ذکر ولادت اور فضائل وغیرہ ثابت ہیں اور فضائل وغیرہ ثابت ہیں مگر میلاد کا ذکر کرنا لوگوں کو جمع کر کے اور دوستوں کو گھروں سے بلا کر ثابت نہیں تو اس کو اس طرح رد نہیں کیا جائے گا کہ علم کے پھیلانے کے لئے لوگوں کو جمع کرنا اور بلانا حدیث شریف سے ثابت ہے

دوسری وجہ (میلاد کے لئے) یہ ہے کہ اگر ہم تسلیم کر لیں کہ میلاد کا ذکر زمانہ ثلاثہ میں نہ تھا تو ہم کہتے ہیں کہ شرع میں یہ قاعدہ ثابت

ہے۔نشر علم کا ہر فرد مندوب ہے اور میلاد کا ذکر بھی نشر علم کا ایک فرد ہے تو یہ نتیجہ نکلا کہ میلاد شریف کرنا مندوب ہے۔اور اسی مسلک پر بہت بڑے فقیہہ اور مفتی حضرات مثل ابو شامہ اور حافظ ابن حجر اور شامی رحمتہ اللہ علیہم اور ان جیسے علماء گئے ہیں اور میلاد کرنا مستحب بتایا ہے۔

خلاصہ اس مقام کا یہ ہے کہ ذکر مولد فی نفسہ ایک امر مندوب و مستحب ہے خواہ اس لئے کہ قرون ثلاثہ میں اس کا وجود تھا یا اس لئے کہ یہ قاعدہ شرعی کے نیچے داخل ہے کسی نے اس (میلاد) کے ندب کا انکار نہیں کیا مگر ایک فرقہ قلیلہ (چھوٹا) نے جن کا بڑا تاج الدین فاکہانی مالکی ہے اور وہ یہ طاقت (علمی نہیں رکھتا کہ علماء مستطیبین کا جنہوں نے ذکر مولد کے ندب کا فتویٰ دیا ہے مقابلہ کر سکے لہذا اس کا قول اس باب میں غیر معتبر ہے"۔(مجموعہ فتاوی)

۱۷......امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

"میرے نزدیک میلاد کے لئے اجتماع تلاوت قرآن، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے مختلف واقعات

اور ولادت کے موقعہ پر ظاہر ہونے والی علامات کا ذکر ان بدعات حسنہ میں سے ہے جن پر ثواب مترتب ہوتا ہے کیوں کہ اس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ومحبت اور آپ کی آمد کی خوشی کا اظہار ہے"۔

"الحاوي للفتاوي"، جـ ١، صـ ٢٢١، [دار الفكر بيروت].

١٨......مخالفین کے پیشوا شیخ ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں:

"بعض لوگ جو محفل میلاد کا انعقاد کرتے ہیں ان کا یا تو مقصد عیسائیوں کے ساتھ مشابہت ہے کہ جس طرح وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دن مناتے ہیں یا مقصد فقط رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور تعظیم ہے اگر دوسری صورت ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے عمل پر ثواب عطا فرمائے گا"۔

"اقتضاء الصراط المستقيم"، صـ ٣٠٦ [مطبوعة مكتبة نزار مصطفى الباز الرياض].

نیز لکھتے ہیں:

"اگر محفل میلاد کے انعقاد کا مقصد تعظیم رسول علیہ الصلاۃ

والسلام ہے تو اس کے کرنے والے کے لئے اجر عظیم ہے جس طرح میں نے پہلے بیان کیا ہے"۔ (اور صاف ظاہر ہے کہ مسلمان ممالک میں محافل میلاد کے انعقاد میں سوائے تعظیم و محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور کوئی بھی مقصد پیش نظر نہیں ہو سکتا)

"اقتضاء الصراط المستقیم"، ص۳۰۸ [مطبوعة مکتبة نزار مصطفی الباز الریاض].

۱۹......اور شیخ قطب الدین لکھتے ہیں:

"بارہ ربیع الاول کی ہر رات ہر سال با قاعدہ مسجد حرام میں اجتماع کا اعلان ہو جاتا تھا تمام علاقوں کے علماء، فقہاء، گورنر اور چاروں مذاہب کے قاضی مغرب کی نماز کے بعد مسجد حرام میں اکھٹے ہو جاتے ادائیگی نماز کے بعد سوق اللیل سے گزرتے ہوئے مولد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (وہ مکان جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی) کی زیارت کے لئے جاتے ان کے ہاتھوں میں کثیر تعداد میں شمعیں، فانوس اور مشعلیں ہوتیں (گویا وہ مشعل بردار جلوس ہوتا) وہاں لوگوں کا اتنا کثیر اجتماع ہوتا کہ جگہ نہ ملتی پھر

وہاں ایک عالم دین خطاب کرتے تمام مسلمانوں کے لئے دعا ہوتی اور تمام لوگ پھر دوبارہ مسجد حرام میں آجاتے واپسی پر مسجد میں بادشاہ وقت مسجد حرام اور ایسی محفل کے انتظام کرنے والوں کی دستار بندی کرتا پھر عشاء کی اذان اور جماعت ہوتی اس کے بعد لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں یہ اتنا بڑا اجتماع ہوتا کہ دور دراز دیہاتوں، شہروں حتی کہ جدہ کے لوگ بھی اس محفل میں شریک ہوتے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت پر خوشی کا اظہار کرتے تھے۔

"الإعلام بإعلام الله الحرام"، صـ۱۹٦ [مطبوعة ....].

فائدہ:۔

الف...... ذکر کردہ اقوال علماء کے علاوہ مزید اقوال پر آگاہی کے لئے "فضائل الایام والشھور" اور "میلاد النبی کی شرعی حیثیت" کا مطالعہ کیجئے کہ یہاں زیادہ تر اقوال ان ہی کتابوں سے بیان کیے گئے ہیں۔

ب...... میلاد النبی کی شرعی حیثیت اور اس کی تحقیقی وعلمی بحث پر آگاہی کے لئے فتاوی رضویہ، ج ۱۲ اور شرح صحیح مسلم ج/۳ کا

مطالعہ ضرور کیا جائے۔

اعتذار

قارئین کرام!

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور اس کی مدد سے مخالفین سے طرف کیئے گئے اعتراضات کے کافی وشافی تقریری جوابات قالب تحریر میں ڈھال کر بصورت رسالہ قلمبند کرنے کی سعی پایہ تکمیل کو پہنچی ،اسی کی بارگاہ اقدس سے امید واثق ہے کہ وہ اس کاوش کو موافقین کے لئے طمانیت اور مخالفین کے لئے ہدایت کا باعث بنائے۔

قارئین حضرات پر اس رسالہ کے مطالعہ سے یہ بات روشن ہوچکی ہوگی کہ یہ رسالہ صرف ان اعتراضات کے جوابات پر ہی مشتمل نہیں جو مخالفین نے کیئے تھے بلکہ اس میں ان کے جوابات کے ساتھ ساتھ ان سے علمی بحث کرنے کا ایسا اسلوب بھی مرقوم و مسطور ہے جس کو پیش نظر رکھتے ہوئے دیگر اعتراضات کے جوابات بھی بخوبی دیئے جاسکتے ہیں نیز ان پر ایسے اصولی اعتراضات بھی کیے جاسکتے ہیں جن کے جوابات دینے کی ان کے پاس کوئی راہ نہ ہو۔

یاد رہے کہ راقم الحروف نے جوابات دینے کے سلسلے میں قرآن وحدیث کے علاوہ جو کچھ اس رسالہ میں تحریر کیا ہے اس میں سے اکثر حصہ درحقیقت مقتدر علماء اہلسنت ہی کا تحریر کردہ ہے جیسا کہ عبارات کے تحت دیئے گئے حوالہ جات سے بھی بخوبی واضح ہے۔

عجلت کے سبب ایسا ہو سکتا ہے کہ بعض حوالے قلمبند ہونے سے رہ گئے ہوں یا پھر کسی عبارت کی تقدیم وتاخیر اور اس میں کچھ تغیر و تبدل کے سبب چھوڑ دیا گیا ہو۔

بہر حال اس رسالہ میں اگر کوئی غلطی وخامی رہ گئی ہو تو اسے راقم الحروف کی جانب سے سمجھا جائے اور اہل علم حضرات اس پر اطلاع دے کر عند اللہ ماجور ہوں۔

اجمالی طور پر جاننا چاہیے کہ اس رسالہ کی ترتیب میں اردو تصانیف میں فتاوی رضویہ، فتاوی امجدیہ، فتاوی نوریہ، فتاوی مظہریہ، شرح صحیح مسلم، توضیح البیان، مقام رسول، سیرت رسول عربی، ضیاء النبی، مشعل راہ، فضائل الایام والشہور، میلاد النبی کی شرعی حیثیت۔ فارسی میں ''اشباع الکلام فی اثبات المولد والقیام'' اور عربی

میں ''الحاوی للفتاوی'' سے زیادہ تر استفادہ کیا گیا ہے نیز اکثر مقامات سے عربی اور بعض مقامات سے فارسی عبارات حذف کر کے ترجمہ پر اکتفا کیا گیا ہے۔

آخر میں قارئین حضرات سے گزارش ہے کہ وہ ادارہ الفکر فاؤنڈیشن شعبہ نشر واشاعت کے جملہ اراکین وعہدیداران کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں ہمت وعافیت اور ادارہ کی ترقی وکامیابی کی دعا ضرور کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ والسلام

محمد الیاس رضوی اشرفی

یکم جولائی ۱۹۹۸ء